سلطنت برطانیہ

فہرست مضامین



H. E. Sir Malcolm Hailey, K.C.S.I., C.I.E., I.C.S.,
A wise Statesman and a popular Governor, of the Punjab.

اِنتساب

نہایت خلوص اور دِلی عقیدت سے یہ ناچیز
کتاب حسب اجازت جناب مُعلّٰی القاب
نوّاب مستطاب سر میلکم ہیلی کے سی ایس آئی
سی آئی ای۔ آئی سی ایس گورنر پنجاب کے
نام نامی و اسم گرامی سے منسوب و معنون
کی جاتی ہے۔

نیازمند
کے۔ ایل رلیا رام



S. Jogindra Singh, Minister of Agriculture, Punjab
AND
a Scholar of renowned ability.

FOREWORD

By

The Hon'ble Sardar JOGENDRA SINGH,

Minister for Agriculture.

It is an interesting story which Mr. Rallia Ram has told describing the growth of the British Empire, its deep motives and its significance. It is certainly a romantic tale of a small island kingdom extending its wings and transforming itself into a world-wide Empire. What it is that has brought greatness and given England the lead of the world ? The answer is to be found not in the conquests that it has made, though her conquests may some day form one of the most glorious epics of the West—but it is more in her understanding the needs of the various people and in meeting them. It is in her recognition of the rights of other communities and countries which have come under her shelter and in leading them to the enjoyment of laws and constitutions which nave been the secret of her greatness and ner glory. It is in her aspiration in creating a commonwealth of free nations federated for one purpose : of promoting the common weal. As long as this idea inspires her statesmen, her kingdom over the hearts of men is secure. It is not only in leading ner own people to paths of Self-Government but in her in essaying a far more difficult task of uniting India into a nation and then making this great continent self-governing. I must congratulate the author in giving us this brief history, and I feel as years roll by, the call for unity will become stronger, the duty of our people to the Empire more clear and the goal more sublime.

Lahore :
23rd March, 1928.

JOGENDRA SINGH.

مقدّمہ

مسٹر کے۔ ایل رنیا رام صاحب کی یہ کتاب سلطنت برطانیہ کی نشو ونما اور اُس کے گہرے محرکات و مقاصد کی دلچسپ کہانی ہے ۔ ایک چھوٹے سے جزیرے کی بادشاہت کا اپنے پر پھیلاتے پھیلاتے ایک عالمگیر سلطنت بن کر دُنیا پر چھا جانا بے شک ایک داستانِ معرکہ آرا متصوّر ہونی چاہئے ۔ انگلستان کی اقبال مندی اور پیشوائیٔ عالم کا راز کیا ہے ؟

اِس کا جواب وُہ فتوحات نہیں جو انگلستان نے کی ہیں۔ اگرچہ اُس کی فتوحات بھی ایک دن مغرب کا نہایت شان دار جنگ نامہ سمجھی جائیں تو بایدوشاید۔ بلکہ انگلستان کی شان و شوکت کا اصلی بھید دُنیا کی مختلف قوموں کی ضروریات کا سمجھنا اور اُن کو بطریقِ احسن رفع کرنا ہے ۔ جو ملک اور جو قومیں اُس کی حمایت میں آگئی ہیں۔ اُن کے حقوق پہچاننا اور قوانین بایستہ و نظامِ حکومتِ شائستہ سے فیضیاب کرنا اُس کی حشمت اور جلال کا حقیقی راز ہے۔ یعنی اُس کے نیک اور بلند ارادے کہ آزاد قوموں کی ایک برادری قائم کی جائے۔ جن کے آپس کے میل جول کا منشائے واحد سب کی بہبودی اور برتری ہو ۔ جب تک یہ اِلہام اُس کے مدبّرانِ ملک کی ہمت افزائی کرتا رہے گا۔ اُس کی حکومت کو جو لوگوں کے دلوں پر ہے کبھی خوفِ زوال نہ ہوگا ۔ نہ فقط خود اپنی قوم کو جمہوریت کی صراط مستقیم پر ہدایت کرنا بلکہ اِس سے بھی ایک مشکل ترین کام کا بیڑا اُٹھانا یعنی ہندوستان کو ایک قوم بنا کر پھر اِس بڑے برِّ اعظم کو خود مختار کرنا

اُس کی اُلو العزمی کا نشان ہے ؛

مَیں اِس مختصر تواریخ کے لئے مصنّف کی داد دیتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ قومی اتّحاد و اتّفاق کو روز افزوں ترقّی ہو گی - اور ہمارے قوم کے جو فرائض اِس سلطنت کی طرف ہیں وہ سال بسال زیادہ واضح اور ہمارا غایت الآمال جلیل القدر ہوتا جائے گا ؛

جوگندر سنگھ
(وزیر زراعت)

لاہور - مؤرّخہ ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء

مفید عام پریس لاہور میں باہتمام لالہ سوتی رام منیجر چھپی ۱۹۲۸ء

پہلی فصل

سلطنتِ برطانیہ

یہ بات بطور ضرب المثل مشہور ہے۔ کہ آفتاب سلطنت برطانیہ پر ہمیشہ درخشاں رہتا ہے۔ چنانچہ روے زمین پر کوئی برّ اعظم ایسا نہیں۔ جہاں ہمارے شہنشاہ حضور ملک معظم کا راج نہ ہو۔ اور کوئی ایسا سمندر نہیں۔ جس کی حفاظت کے لیئے برطانوی بحری بیڑہ مستعد نہ ہو۔ افریقہ کا تمام مشرقی ساحل (قاہرہ سے لے کر کیپ ٹاؤن تک) اور مغرب میں گنی کے مقبوضات برطانوی حکومت کے زیر اثر ہیں۔ ایشیا کا جنوبی ساحل (عدن سے لے کر سنگاپور تک) جس میں ہندوستان جیسی عظیم الشان سلطنت اور سلطنت برطانیہ کا چمکدار ہیرہ شامل ہے۔ انگریزوں کے ماتحت ہے۔ آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ۔ جزائر فجی اور دیگر جزائر پر (جو بحر الکاہل میں حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں) برطانوی جھنڈا لہراتا ہے۔ نئی دنیا میں برٹش شمالی امریکہ اور متعدد جزائر (غرب الہند وغیرہ) سلطنت برطانیہ سے تعلق جوڑے نظر آتے ہیں۔ اس لئے یہ قول کہ سلطنت برطانیہ پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ کچھ مبالغہ آمیز نہیں ؎

سلطنت برطانیہ کو اگرچہ سلطنت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن در حقیقت اس کو حقیقی معنوں میں سلطنت کہنا بجا نہیں۔ کیونکہ سلطنت کے لفظ کا اطلاق

ایسے متحدہ ممالک پر ہو سکتا ہے۔ جس میں نہ صرف ایک ہی قوم آباد ہو۔ بلکہ اُس میں کئی قومیں کم و بیش مطلق العنان حکومت کے ماتحت ایک لڑی میں منسلک ہوں۔ اس بات کے سمجھنے کے لئے پُرانے زمانہ کی سلطنتوں یعنی سلطنت ہسپانیہ سلطنت روم وغیرہ کی تاریخ گردانی کرنی چاہیئے۔ تمام مفتوحہ ممالک کے حاکمان اپنے شہنشاہ کو خراج ادا کرتے تھے۔ اُن ملکوں میں جتنے قانون نافذ ہوتے تھے۔ اُن میں مرکزی حکومت کے فوائد کو مدّنظر رکھا جاتا تھا۔ لیکن اب سلطنت برطانیہ کی طرف توجہ مبذول کرو۔ یہ سلطنت نہیں۔ بلکہ آزاد اقوام کی کامن ویلتھ ہے۔ جو اپنے نمایندوں کی معرفت کونسلوں میں قوانین بناتی ہے۔ اور جس نے حکومت کا انتظام کلہم اپنے نمایندوں کے ہاتھ میں سونپ رکھا ہے۔ یہ ملک برائے نام شاہ انگلستان کے ماتحت ہیں۔ صرف گورنر جنرل تاج کی طرف سے مقرر ہو کر آتا ہے۔ باقی سب حکام کا تقرر و تنزّل ان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اُن کے اپنے سکے ملک میں رائج ہیں۔ وہ خود اپنے علاقہ میں ٹیکس لگاتے ہیں اور خود ہی وصول کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلطنت کی حفاظت کے لئے جو بحری بیڑہ رکھا گیا ہے۔ اُس کے اخراجات میں سے ایک کوڑی تک بھی ادا نہیں کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بیڑہ اُن کی بھی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ یہ حقوق نہ صرف انگریزی نوآبادیوں کو ہی حاصل ہیں۔ بلکہ ماتحت علاقوں میں بھی ہر وقت رعایا کے مفاد کو مدّنظر رکھا جاتا ہے ۔

مندرجہ بالا بیان سے واضح ہوتا ہے کہ پُرانے زمانہ کی سلطنتوں اور سلطنت برطانیہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سلطنت برطانیہ کیا ہے؟ وہ کس طرح قائم ہوئی؟ اور اس میں دوسری سلطنتوں کی نسبت کیا خوبیاں ہیں۔ جن کے باعث ہم چاہتے ہیں کہ وہ ابد تک قائم رہے

ان دلچسپ سوالوں کا جواب اس کتاب میں مفصّلاً بیان کیا جائے گا۔

سلطنت برطانیہ مختلف اقوام کے اتحاد سے بنی ہوئی ہے۔ اور وہ اقوام اس لئے متحد نہیں ہوئی ہیں کہ دوسروں کو مطیع کریں۔ اور اُن پر حکومت کریں۔ بلکہ وہ جانتی ہیں۔ کہ علیحدہ رہنے کی نسبت متحدہ طاقت سے کام کرنے میں انسان بنی نوع انسان کی زیادہ خدمت کرسکتا ہے۔ اسی لئے سلطنت برطانیہ برطانوی باشندوں کی ایک ایسی انجمن ہے۔ جو تمام روے زمین پر پھیلی ہوئی ہے اور نوآبادیوں میں آئینی سلطنت کے مطابق انتظام کرتی ہے۔ اور ماتحت علاقوں میں جہاں وہ بذات خود آباد نہیں۔ برطانوی انصاف اور قوانین کے مطابق عمل پیرا ہوتی ہے۔ یہی اصول اس کی ہر دلعزیزی اور ترقی کا باعث ہے۔

سلطنت برطانیہ کا قائم ہونا۔ پندرھویں صدی سے پہلے کوئی علاقہ سلطنت برطانیہ سے ملحق نہیں تھا۔ صرف جزائر برطانیہ (جس میں سکاٹلینڈ۔ انگلینڈ۔ ویلز اور آئرلینڈ شامل ہیں) انگریزی عمل داری میں تھے۔ اُس زمانے میں سلطنت ہسپانیہ بڑے عروج پر تھی۔ یورپ کے کئی ملک ہالینڈ بلجیم اور نئی دنیا میں جنوبی امریکہ کے کئی علاقے اس کے ماتحت تھے۔ اس زمانہ میں انگلستان میں چند ایسے اُلوالعزم اور من چلے بحری ملاح پیدا ہوئے۔ جنھوں نے اپنے کارہائے نمایاں کی بدولت اپنی مادر وطن کا نام روشن کر دیا اور بحری جنگ میں دشمنوں کے چھکّے چھڑا دئے۔ اُن میں سے ڈریک اور ہاکنز کا نام صفحہ ہستی پر ہمیشہ زندہ رہے گا۔

ڈریک نے انگلستان سے روانہ ہوکر پیرو اور چیلی کے ساحل پر ہسپانوی آبادیوں کو خوب دل جمعی سے لوٹا۔ اور وہاں سے افریقہ کے گرد ہوتے ہوئے دو تین سال کے عرصے میں تمام دنیا کا چکّر کاٹ کر دوبارہ انگلستان پہنچ گیا۔

ان ملاحوں نے کئی بحری سفر اختیار کئے۔ اور ہر سفر میں کسی نہ کسی ویران اور بے آباد علاقے میں برطانوی جھنڈا نصب کر کے اپنے بادشاہ کے لئے نئے مقبوضات مہیا کر دئے۔ اُس زمانے میں انگلستان کے لوگوں کو نئے علاقوں کی دریافت نئی معلومات کی تلاش اور پُرانی یادگاروں کی جستجو کا شوق چین سے ایک جگہ بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔ اُنھوں نے مشرقی ملکوں میں تجارت کرنے کے لئے تجارتی کمپنیاں قائم کیں۔ اور اُس وقت کی حکمران ملکہ الزبتھ سے اجازت لے کر مشرق اور مغرب (ہندوستان۔ روس وغیرہ) کی طرف رُخ کیا۔ اور وہاں پہنچ کر اپنی تجارتی کوٹھیاں کھولیں۔ یہ زمانہ جدّ و جہد کا تھا۔ اس لئے ان کو اپنے مقبوضات محفوظ رکھنے کے لئے پولیس اور فوج دونو کا انتظام کرنا پڑا۔ یہ کمپنیاں ان ملکوں میں صرف تجارت کا کام کرتی تھیں۔ ملک کے نظم ونسق میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرتی تھیں۔ مگر جب ان کو دیسی حاکمان سے مقابلہ کرنا پڑا۔ تو اس نازک وقت میں حکومت انگلستان نے ان کی مدد سے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ خوش قسمتی سے انگلستان کی بحری طاقت زوروں پر تھی۔ کیونکہ آرمیڈہ کی تباہی کے ساتھ ہی سپین کی بحری طاقت کا بھی خاتمہ ہوگیا تھا۔ انگریزوں نے فرانس۔ ہسپانیہ اور دیگر طاقتوں کو شکست دے کر ہر ایک سمندر پر اپنا قبضہ جما لیا اور بے کھٹکے راج کرنے لگے *

انگلستان میں جب رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے درمیان مذہبی تنازع شروع ہؤا۔ تو بہت سے آزاد خیال لوگ اپنے وطن کو خیرباد کہ کر امریکہ میں جا بسے۔ جہاں زمین مدتوں سے خالی پڑی ہوئی تھی۔ اور آب وہوا معتدل تھی۔ آبادکاروں نے اپنی ہمت اور جانفشانی سے خوب دولت کمائی۔ امریکہ کے اصلی باشندے انگریزوں کی نسبت کم مہذّب تھے۔ اس لئے تھوڑے

ہی عرصے میں مغلوب ہو گئے۔ اور انگریزوں نے وہاں اپنی آزاد سلطنت قائم کر لی۔ مگر اپنا تعلق مادر وطن سے منقطع نہ کیا ؛

اٹھارھویں صدی میں کپتان کک نے برّ اعظم آسٹریلیا کو دریافت کیا۔ اور حکومت انگلستان نے اُس کو آباد کرنے کے لئے شاہی قیدی بھیجنے شروع کئے۔ مگر یہ لوگ وہاں بھی اپنے مجرمانہ افعال سے باز نہ آئے۔ اس لئے شروع شروع میں بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر جب وہاں سونے کی کانیں دریافت ہوئیں۔ تو نئے آباد کاروں کا ایک دریا اُمڈ پڑا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں آسٹریلیا کے غیر آباد علاقے آباد ہو گئے۔ چنانچہ آج آسٹریلیا کی نو آبادی اُون اور سونے کا گھر سمجھی جاتی ہے۔ اور سلطنت برطانیہ کی عظمت کا ایک ذریعہ ثابت ہو رہی ہے ؛

آسٹریلیا پر قبضہ ہونے کے بعد نیوزی لینڈ اور فجی جزائر انگریزوں کے قبضے میں آئے۔ وہاں کے اصلی باشندوں (قوم موری جو کالی نسل میں سب سے زیادہ مہذّب ہے) نے انگریزوں سے سخت مقابلہ کیا۔ مگر اُن کی کچھ پیش نہ گئی اور آخر کار فاتحین کی اطاعت قبول کرنی پڑی۔ انگریزوں نے اُن کے ساتھ نیک سلوک کر کے اُن کو سرکاری ملازمت اور پارلیمنٹ میں حقوق عطا کر دئے ؛

جنوبی افریقہ کا علاقہ اہل ہالینڈ کی بستیوں میں شامل تھا۔ جب اُنہوں نے جنگ میں انگریزوں کے خلاف اہل ہسپانیہ کا ساتھ دیا۔ تو انگریزوں نے ہسپانیہ والوں کو شکست دے کر جنوبی افریقہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ٹرنسوال میں سونے کی کانیں دریافت ہوتے پر بہت سے انگریز خاندان وہاں آباد ہو گئے جنہوں نے اپنی پُرانی روایات (آزادی۔ انصاف اور قانون) کو تازہ رکھنے کے لئے جنوبی افریقہ کے مختلف حصّوں میں آئینی سلطنتیں قائم کیں۔ اور اس

طرح آہستہ آہستہ دوسرے ملکوں میں بھی اپنی حکومتیں قائم کر کے سلطنت برطانیہ کا بنیادی پتھر رکھ دیا ⁂

خوبیاں - ہم سلطنت برطانیہ کے آزاد شہری ہیں - ہمیں اس سلطنت پر فخر ہے - مگر اس لئے نہیں کہ یہ دنیا میں سب سے بڑی سلطنت ہے - اور اس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا - اور نہ ہی اس لئے کہ اس کا بحری بیڑہ اور فوج سب سے زیادہ ہے - یہ باتیں کسی سلطنت کی عظمت کے لئے زیادہ مفید نہیں بلکہ کسی سلطنت کے قیام اور ترقی کے لئے ضروری ہے - کہ وہ سلطنت زور اور قوت سے لوگوں کو مطیع نہ رکھے اور نہ اُن پر حکومت کرے - یہ بات اصول جہانداری کے خلاف ہے - حکومت وہی ہے جو دلوں پر ہو - سلطنت برطانیہ کی صورت میں یہ اصول بالکل صحیح طور پر صادق آتا ہے انگلستان والے ایسا محسوس کرتے ہیں کہ وہ سلطنت میں رہتے ہوئے سب ایک گھرانے کے رکن ہیں اور بادشاہ گھر کا بزرگ ہے - اسی رشتے سے نوآبادیات (آسٹریلیا - کینیڈا - جنوبی افریقہ وغیرہ) انگلستان کو مادر انگلستان کے نام سے پکارتی ہیں - اور مصیبت و غم کے وقت ایک دوسرے کا ساتھ دیتی ہیں - اسی تعلق سے ہندوستان انگلستان کے ساتھ مربوط ہے - اور باوجودیکہ اس تعلق کو دو سو سال ہونے کو آیا ہے - مگر اس میں کسی قسم کا فرق نہیں آنے پایا ہے ⁂

مجلسی ترقی کے لئے بنی نوع انسان کی بھلائی - فرض کی ادائیگی اور نیک چلنی ضروری اجزا ہیں - جس قوم میں یہ اوصاف پائے جائیں - اس کی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں آ سکتی ہے آداب ذرا انگریزی قوم کی طرف نگاہ کریں اور دیکھیں - کہ وہ کہاں تک ان اوصاف سے متصف ہے ⁂

پہلی بات بنی نوع انسان کی بھلائی ہے۔ قدرت نے یہ وصف انگریزوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ عیسائی پادریوں کی زندگی اس امر کا بدیہی ثبوت ہے۔ یہ بیچارے بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے اپنے وطن۔ اپنے عیش۔ اپنے آرام کو بالائے طاق رکھ کر غیر ملکوں میں ڈیرہ جماتے ہیں۔ بڑے بڑے امیروں۔ رئیسوں اور دولتمندوں کے بیٹے۔ پوتے اور وارث پہاڑوں کی غاروں اور ریگستانوں کی تپتی ہوئی ریت میں زندگی کے دن گزارتے ہیں غریبوں اور بیکسوں کی مدد سے کوتاہی نہیں کرتے ہیں۔ ہسپتال قائم کرتے ہیں۔ جذامیوں کی غور و پرداخت میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے ہیں۔ بھلا بتاؤ۔ کہ اس سے بڑھ کر نسل انسانی کی کیا خدمت ہوسکتی ہے۔ واقعی اُنہوں نے شیخ سعدی کے اس قول کو کہ

"بنی آدم اعضائے یک دیگر اند"

صحیح معنوں میں سمجھ رکھا ہے۔ تب ہی تو وہ کبھی امریکہ کے اصلی باشندوں کبھی افریقہ کے حبشیوں اور کبھی بحر الکاہل میں رہنے والی کالی نسل کے افراد کو مہذب بنانے میں سرتاپا کوشش کرتے نظر آتے ہیں ؎

دوسرے فرض کی ادائیگی۔ یہ خوبی دوسری قوموں کی نسبت قوم برطانیہ میں زیادہ مقدار میں پائی جاتی ہے۔ یہ بات اس تمثیل کے ذریعے ذرا زیادہ واضح ہو جائے گی۔ سنہ ۱۹۱۴ء کے جنگ عالمگیر میں کپتان ایڈرز زخموں سے نڈھال تھا۔ دو سپاہیوں نے اس قریب المرگ افسر کو دشمن کی شدید گولہ باری کے باوجود اُٹھا کر لے جانا چاہا۔ مگر افسر مذکور نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اور کہا کہ یہ میرا فرض نہیں کہ میں میدان جنگ سے بھاگ جاؤں۔ یہ سُن کر سپاہی پیچھے ہٹ گئے۔ اور کپتان مذکور بدستور اپنی توپ سے دشمن کا مقابلہ کرتا

رہا۔ آخر توپ کا ایک گولہ اس کے سر پر لگ کر پھٹا اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اس سے بڑھ کر فرض کی ادائیگی کی اور کیا عمدہ مثال ہو سکتی ہے۔ اسی وصف کی بدولت آج انگریز کل دنیا کی ایک چوتھائی آبادی پر حکومت کر رہے ہیں۔

تیسرے **نیک چلنی**۔ اس صفت کی بدولت قومیں زندہ رہتی ہیں۔ اور اس کے معدوم ہونے پر ان کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا ہے۔ نپولین کا قول ہے۔ کہ جنگ میں بھی اخلاقی طاقت جسمانی قوت پر دس گنا زیادہ طاقت رکھتی ہے۔ ایک انگریز مورّخ لکھتا ہے کہ جب کسی شخص میں اخلاقی قوت ضائع ہو جاتی ہے۔ تو اُس کا ستیا ناس ہو جاتا ہے۔ سلطنت روم کے زوال کا ایک بڑا بھاری باعث سپاہیوں کے چال چلن کی خرابی ہے۔ مگر جب ہم انگریزوں کی حالت دیکھتے ہیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص معاملے کا کھرا اور لین دین کا ستھرا ہے۔ کسی کو دھوکا دینا اُس کی ذات سے بعید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اقوال آج سے سو سال پہلے ملکہ معظمہ آنجہانی نے ہندوستانیوں سے کئے تھے۔ اُس کے بیٹے۔ پوتے اور دیگر مدبّران ملک اُن پر قائم ہیں۔ اور اُن کے ایفاء کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں ؏

یہ سلطنت کیوں قائم رہنے کے قابل ہے؟ سلطنت برطانیہ ایک خاص نصب العین کو لے کر اپنا کام کر رہی ہے۔ اور وہ نصب العین مکمل مذہبی آزادی۔ آزادیٔ تحریر و تقریر۔ انسانی خدمت اور انصاف رسی ہیں۔ جن کے پورا کرنے کے لئے وہ تین ذرائع استعمال میں لا رہی ہے ؏

(۱) سلطنت میں ایسے وسائل اختیار کئے جائیں۔ کہ اس سے دولت کو ترقی ہو۔ اور اس سے بنی نوع انسان کی جتنی خدمت ہو سکے بجا لائی جائے۔ کیونکہ کوئی سلطنت فلاح عامہ کا محل تعمیر نہیں کر سکتی۔ جب تک

کہ انسانی محبت کا پتھر اُس کی بنیاد میں نہ ہو ؛

(۲) غیر مہذب قوموں میں تعلیم کی اشاعت کر کے اُن کا مجلسی رتبہ بڑھایا جائے اور اُن کی مفلسی دور کر کے تمام بیماریوں اور امراض کا قلع قمع کیا جائے ؛

(۳) ہر شخص کو قانون کی حد کے اندر رکھتے ہوئے تحریر و تقریر اور مذہب کی آزادی دی جائے۔ اور مختلف قوموں کے مذہبی اعتقادات کا ایسا ہی پاس ادب رکھا جائے۔ جیسا کہ اپنے اعتقادات اور رواجات کا ہے۔ کیا ان اوصاف کے ہوتے ہوئے کبھی کوئی شخص یہ خیال کر سکتا ہے۔ کہ سلطنت برطانیہ تا ابد قائم رہنے کے قابل نہیں؟ جب تک برٹش ایمپائر (سلطنت برطانیہ) ان اصولوں کے مطابق چل رہی ہے اور اس کے مختلف ارکان ہر قوم اور ملت کی خدمت میں ہمہ تن مشغول ہیں تو کچھ تعجب نہیں۔ کہ باقی ملک بھی اس میں شامل ہو کر اُس کے ممبر ہونے کا شرف حاصل کریں ؛

دوسری فصل

سلطنت برطانیہ کی عظمت

ہمارے شہنشاہ حضور ملک معظم لندن میں قیام رکھتے ہیں۔ یہ شہر سلطنت برطانیہ کا دارالخلافہ ہے۔ اور دس بارہ میل میں دریائے ٹیمز کے دو کناروں پر آباد ہے۔ اس کی آبادی ۷۵ لاکھ کے قریب ہے۔ اور مدت سے شاہان انگلستان کا دارالخلافہ ہونے کے باعث کئی لحاظ سے عجیب وغریب شہر بن گیا ہے۔

وجہ تسمیہ۔ انگلستان کے معنی اینگل قوم کا گھر ہیں۔ (اینگل کے رہنے کی جگہ) شروع شروع میں یہ قوم بحر منجمد شمالی کے ملکوں سے اُٹھ کر جزائر برطانیہ کے جنوبی حصہ میں آباد ہوئی تھی۔ اور اپنے نام پر اس حصے کا نام انگلینڈ (Land of the angle) رکھا تھا۔ لیکن جب بعد میں سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ تو سارے جزائر کا نام برطانیہ کلاں مشہور ہو گیا۔ چنانچہ آج کل اس میں چار ملک انگلینڈ۔ ویلز۔ سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ شامل ہیں۔ ابتدا میں ان کی سلطنتیں جدا جدا تھیں۔ لیکن اب سب مل کر ایک سلطنت کے ماتحت آگئی ہیں۔ اس لئے اسے سلطنت متحدہ کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔

زمانۂ قدیم میں یہ جزائر برّاعظم یورپ کا ایک حصہ تھا۔ مگر زمانہ کے تغیر

وتبدل اور طبعی حوادث کے باعث بہت سے درمیانی علاقے غرق ہو گئے اور ان کی جگہ سمندر نے لے لی۔ چنانچہ اُس کے مشرق میں بحیرۂ شمالی اور جنوب میں رودبار انگلستان اس کو برّ اعظم یورپ سے جدا کرتے ہیں۔ اور چاروں طرف سمندر کی لہریں اُس کے کناروں کے ساتھ ٹھاٹھیں مارتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز قوم فن جہاز رانی میں بڑی ماہر ہے۔ اور اسی کی بدولت آج وہ روے زمین کے ایک چوتھائی حصّے کی مالک بنی ہوئی ہے۔

ترقی کے اسباب ۔ محل وقوع کے لحاظ سے جزائر برطانیہ روے زمین کے وسط میں واقع ہے۔ مشرق میں برّ اعظم یورپ۔ مغرب کی طرف امریکہ۔ جنوب میں برّ اعظم افریقہ اور انتہاے مشرق میں جزیرہ نماے ملایا۔ آسٹریلیا۔ چین۔ جاپان وغیرہ واقع ہیں۔ اس لئے یہاں سے تجارتی مال واسباب دُنیا کے تمام حصوں میں بآسانی بھیجا جا سکتا ہے۔

دوسرے رقبہ کے لحاظ سے خط ساحل بہت لمبا ہے اور سارے کا سارا شکستہ اور دندانہ دار ہے۔ جس کی وجہ سے ساحل پر بہت سی قدرتی اور عمدہ بندرگاہیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ملک کے اندر کوئی مقام ایسا نہیں ہے۔ جو سمندر سے ۸۰ میل سے زیادہ دوری پر واقع ہو۔ لیکن اس کے برعکس ہندوستان کی طرف دیکھو۔ بندرگاہیں اوّل تو تعداد میں بہت کم ہیں۔ اس پر وہ بھی دور دراز فاصلے پر واقع ہیں۔ لوگوں کو مال واسباب لانے جانے میں بڑی تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔

تیسرے قدرت اُن پر ایسی مہربان ہے۔ کہ سارا سال آب وہوا یکساں رہتی ہے۔ گرمیوں میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے۔ اور سردیوں میں نہ زیادہ سردی لوگ تمام سال کام کاج کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس وہ ممالک جو آب

عرض بلد پر واقع ہیں۔ جن پر برطانیہ ہے۔ سردی کے موسم میں کئی ماہ برف سے منجمد رہتے ہیں ؂

چوتھے۔ برطانیہ صنعتی ملک ہے۔ خوش قسمتی سے کوئلے اور لوہے کے کھیت پہلو بہ پہلو پائے جاتے ہیں ؂ دنیا میں لوہا کبھی خالص پیدا نہیں ہوتا اس کے صاف کرنے اور پگھلانے کے لئے کوئلہ کی اشد ضرورت ہے۔ سو یہ دونو چیزیں یہاں کثرت سے ملتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں لوہے کی کلیں اوزار۔ پن لوہے کا دیگر سامان بائیسکل وغیرہ تیار ہوتے رہتے ہیں۔ اور اونی سوتی کپڑے اور لوہے کے کام کے کارخانے بہت تعداد میں کھلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ صنعت و حرفت انگریزوں کا خاص پیشہ ہے۔ جس کی بدولت اس قوم کا شمار دنیا کی دولتمند قوموں میں ہوتا ہے ؂

پانچویں۔ ملک کے اندر ذرائع آمد و رفت نہایت اعلےٰ ہیں۔ سارے ملک کے طول و عرض میں ریلوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ سڑکیں نہایت پختہ اور کشادہ ہیں۔ دریا جہاز رانی کے قابل ہیں۔ اور ملک میں کئی ایسی نہریں ہیں۔ کہ جن میں چھوٹے موٹے جہاز بلا دقت چل پھر سکتے ہیں۔ غرض تجارت اور آمد و رفت کے لئے ہر قسم کی سہولتیں موجود ہیں۔ انہیں امور کے باعث سلطنت متحدہ کی تجارت دنیا میں اوّل درجے پر ہے۔ جس کی بدولت تمام بستیوں کے ساتھ تعلقات قائم ہیں ؂

رقبہ اور آبادی۔ جزائر برطانیہ کا کل رقبہ ایک لاکھ اکیس ہزار مربع میل ہے۔ جن میں سے ایک چوتھائی تقریباً آئرلینڈ ہے۔ یہ رقبہ ہمارے صوبۂ پنجاب سے قدرے کم ہے۔ مگر سلطنت برطانیہ کا کل رقبہ 13347187 مربع میل ہے۔ جو تمام دنیا کے رقبہ کا ایک چوتھائی حصہ ہے۔ اس میں

سے ہندوستان ½ حصہ ہے - اگر اس رقبے کا جزائر برطانیہ اور انگلینڈ سے مقابلہ کرتا ہو - تو صاف ظاہر ہوتا ہے - کہ کل سلطنت برطانیہ مادر انگلستان سے 120 گنا اور انگلینڈ سے 250 گنا زیادہ ہے - بھلا اتنی بڑی عظیم الشان اور وسیع سلطنت کبھی دیکھنے یا سننے میں آئی ہے - سلطنت فرانس ہسپانیہ اور روم وغیرہ بھی باہم مل کر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں - آخر وجہ کچھ نہ کچھ سبب تو ضرور ہوگا - یہ سبب کچھ سلطنت کے ارکان کے باہمی اتفاق و اتحاد اور محبت و ہمدردی کا نتیجہ ہے ؏

آبادی - سلطنت برطانیہ کی آبادی ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق 447836896 نفوس پر مشتمل ہے - اور کل دنیا میں انسان بستے ہیں - اس لحاظ سے کل دنیا اور سلطنت برطانیہ میں ۱:۴ کی نسبت پائی جاتی ہے - بھلا یہ اعداد درست ہوں بھی کیوں نہ - جبکہ اکیلا ہندوستان ہی آبادی کے لحاظ سے کل دنیا کا پانچواں حصہ ہے - اس کثرت آبادی میں ہر ایک نسل انسانی اور ہر ایک قوم شامل ہے - اسی لئے سلطنت برطانیہ کو مختلف اقوام کا مجموعہ کہا جاتا ہے - اکیلے ہندوستان میں بنگالی - پنجابی - ہندی - آسامی - سندھی - گجراتی - مرہٹے - مدراسی کئی اقوام آباد ہیں - باقی براعظموں میں اسی طرح سفید - زرد اور سیاہ نسل کے آدمی ملتے ہیں - جو بلحاظ مذہب اور زبان ایک دوسرے میں بُعد المشرقین ہیں - چنانچہ اس وقت سلطنت برطانیہ میں جتنی زبانیں بولی جاتی ہیں - وہ 118 حصّوں میں منقسم ہیں لیکن کیا مجال کہ ان میں کبھی اختلاف کے باعث خانہ جنگی یا تنازع کی نوبت پہنچے سرکار نے سب کو مذہبی آزادی عطا کر رکھی ہے - اگر چرچ (گرجا گھر) میں آٹھویں روز کے بعد گھنٹہ بجتا ہے تو مسجد میں پانچ دفعہ روزانہ مؤذن اذان دیتا ہے اور

مندر میں وہ دفعہ ناقوس بجتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ باوجود اس معجون مرکب کے ہر ایک شخص اس بے نظیر سلطنت کا ارکان ہونے کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے ؎

تجارت :۔ پیچھے ذکر آچکا ہے کہ اس وقت انگریزوں کی تجارت تمام قوموں سے گوے سبقت لے گئی ہے کیونکہ ہر سال انگریزی بستیوں اور غیر ممالک سے کروڑہا روپے کا مال اشیائے خوردنی اور اشیائے خام انگلستان میں آتی ہیں اور یہاں سے کروڑوں روپے کا تجارتی مال اسباب باہر کو جاتا ہے۔ ہماری سلطنت میں آزاد تجارت کا اصول مستعمل ہے اور خرید فروخت کے وقت سب سے پہلے سلطنت کی مصنوعات اور اجناس کو ترجیح دی جاتی ہے چنانچہ انگلستان میں اشیائے خوردنی میں گیہوں اضلاع متحدہ۔ ہندوستان۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ روس۔ گوشت اضلاع متحدہ۔ آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ۔ چائے ہندوستان۔ قہوہ۔۔ برازیل اور ہندوستان۔ شراب۔ فرانس۔ اٹلی اور سپین۔ مکھن اور پنیر۔ ہالینڈ ڈنمارک۔ فرانس۔ کنیڈا سے آتا ہے ؎

اشیائے خام ۔ اون۔ آسٹریلیا۔ جنوبی افریقہ۔ ارجن ٹائن۔ ہندوستان روئی مصر۔ ہندوستان۔ اضلاع متحدہ امریکہ۔ السی۔ روس۔ پٹ سن ہندوستان لکڑی ناروے کینیڈا اور روس سے یہاں آتی ہیں۔ اور یہاں سے لوہے کی کلیں۔ آرائشی سامان۔ لوہے کی مشینیں۔ سائیکل۔ چھریاں۔ اُسترے۔ پن۔ شراب کاغذ وغیرہ باہر کو بھیجا جاتا ہے۔ اسی مقصد کے لئے بڑے بڑے جہاز بندرگاہوں میں لنگر انداز رہتے ہیں۔ اور ضرورت کے وقت سمندر کے کلیجے پر سوار ہو کر بلا کھٹکے ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ دنیا کے کل جہازوں میں سے ایک تہائی جہاز انگریزوں کے قبضے میں ہیں۔ اور 18966 میل میں ریل کی لائنیں بنی ہوئی ہیں جس کی مدد سے سلطنت برطانیہ کی اشیائے برآمد 213986700 پونڈ اور

اشیاے درآمد 237259200 پونڈ سالانہ کی ہوتی ہے ۔

بحری طاقت - یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت انگریزوں کی بحری طاقت کا لگا نہیں کھا سکتی ہے ۔ پچھلے جنگ عظیم میں جرمن کو شکست دینا ان کا ہی حوصلہ تھا۔ جس وقت ہیلیگولینڈ کے مقام پر جرمن بیڑہ محصور ہو گیا۔ دور بین اصحاب نے اُسی وقت اندازہ لگا لیا تھا۔ کہ اب انگریزوں کی فتح یقینی امر ہے ۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد غنیم نے اتحادیوں کے آگے ہتھیار رکھ دیئے ۔ اگر انگریزوں کی بحری طاقت مستحکم نہ ہو۔ تو سلطنت کے وہ اجزا جو اتنے دور دراز فاصلوں پر بکھرے پڑے ہیں ۔ کس طرح امن و امان سے اپنا انتظام چلا سکتے ہیں ۔ ان کی حفاظت اور سلطنت کے قائم رکھنے کے لئے سرکار انگلشیہ کو بحری فوج کے علاوہ بڑے بڑے جنگی جہاز۔ تباہ کن کشتیاں آبدوز کشتیاں اور بحری بیڑہ رکھنا پڑتا ہے ۔ اس بیڑے میں ایسے گراں ڈیل جہاز ہوتے ہیں ۔ کہ جن کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے ۔ یہ جہاز جنگ کے آلات سے آراستہ رہتے ہیں ۔ تاکہ جس وقت ضرورت پڑے ۔ فوراً فوج کو مقام مطلوبہ پر حاضر ہونے کا انتظام ہو سکے ۔

سلطنت کی حفاظت کے لئے جتنی بڑی بڑی شاہراہیں ہیں ۔ وہ انگریزوں کے قبضے ہیں ۔ ان شاہراہوں پر اُنھوں نے مستحکم ترین قلعے بنائے ہوئے ہیں۔ جہاں جہاز کوئلہ لینے کے لئے ٹھیرتے ہیں اور فوجی سپاہی رہائش رکھتے ہیں تجارت کی بڑی بڑی شاہراہیں مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) بحر اوقیانوس کی شاہراہ ۔ اس شاہراہ پر کوئلے کے اسٹیشن کم ہیں انگلستان سے جو جہاز کینیڈا ۔ اضلاع متحدہ امریکہ اور جزائر غرب الہند وغیرہ کو جاتے ہیں اسی راستے سے گذرتے ہیں ۔ نیوفونڈلینڈ ۔ کینیڈا ۔ برٹش گائنا ۔ برمودا س

کی حفاظت اسی شاہ راہ سے کی جاتی ہے ۔

(2) راس امید کی شاہراہ۔ اس راستے سے جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور جنوبی افریقہ سے جہاز آسٹریلیا پہنچتے ہیں۔ ایسن شن اور سینٹ ہلینا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس شاہ راہ کے ذریعے۔ کانگو فری سٹیٹ کی پیداوار۔ ربڑ۔ تاڑ کا تیل۔ ہاتھی دانت۔ آسٹریلیا کی اون۔ سونا۔ جنوبی افریقہ کی اون۔ ہیرے۔ شراب وغیرہ انگلستان پہنچتی ہے ۔

(3) نہر سویز کی شاہراہ۔ اس راستے جہاز بحیرۂ روم سے نکل کر مشرقی ممالک یعنی مصر۔ ابی سینیا۔ ایران۔ عرب۔ ہندوستان۔ چین اور جاپان سے تجارت کرتے ہیں۔ اس کی حفاظت کے لئے جبرالٹر۔ مالٹا۔ سویز۔ عدن۔ بوشہر بمبئی۔ کولمبو۔ سنگاپور اور ہانگ کانگ بڑے بڑے بحری اسٹیشن موجود ہیں۔ جن کے ذریعے ہندوستان۔ مشرقی افریقہ اور مصر کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اب تھوڑے عرصے سے سنگاپور میں بحری مستقر بنایا جا رہا ہے۔ تاکہ وہاں بحری بیڑہ موجود رہے۔ اس سے آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ اور بحرالکاہل کے دیگر جزائر کی بخوبی حفاظت ہو سکے گی ۔

(4) پلیٹ کی شاہ راہ۔ زمانہ قدیم میں اس راستے راس ہورن (انتہائے جنوبی امریکہ) کے گرد ہو کر آسٹریلیا پہنچتے تھے ۔

(5) جزائر غرب الہند کی شاہ راہ۔ اس راستے سے برموڈاس اور دیگر برطانوی مقبوضات کی جو بحر اوقیانوس میں واقع ہیں۔ حفاظت کی جاتی ہے۔ اب نہر پانامہ کے کھل جانے سے جہاز پانامہ اور کولون کی بندرگاہ سے ہوتے ہوئے جاپان اور چین میں جلدی پہنچ جاتے ہیں۔ ان شاہراہوں

کو محفوظ رکھنے کے لئے کتنے بڑے بیڑے کی ضرورت رہتی ہے۔ اسی لئے اس وقت بری فوج اور آلات ہوائی کے علاوہ برطانیہ کی بحری سپاہ ۳ لاکھ سے زیادہ ہے۔ اور ۶۹۷ جنگی جہاز ان کے پاس موجود ہیں ۔ اسی طاقت کی بدولت انگلستان آج "ملکۂ بحر" کے لقب سے ملقب ہے ۔

نظام سلطنت ۔ انگلستان آئینی سلطنت کا موجد ہے۔ اس طریق سلطنت کے بموجب بادشاہ کی ذات کسی نقص کی ذمہ دار نہیں ہوتی ۔ بلکہ انتظام کی تمام ذمہ داری وزیروں پر ہوتی ہے ۔ جن کو بادشاہ رعایا میں سے منتخب کرتا ہے۔ اسی لئے انگلستان میں حکومت کا کل انتظام رعایا یعنی ان کے نمایندوں کے ہاتھ میں ہے وہی پارلیمنٹ میں بیٹھ کر ملک کے تمام قوانین بناتے ہیں۔ اور وہی اعلے حکام کا تقرر کرتے ہیں ۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ وزرا جو چاہیں سو کریں ۔ بلکہ ان کو پارلیمنٹ کے ممبران کی اکثریت پر منحصر رہنا پڑتا ہے ۔ اور پارلیمنٹ رعایا کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتی ۔ اس قسم کی طرز حکومت میں بادشاہ کے اختیارات محدود ہوتے ہیں ۔

پارلیمنٹ دو بڑی جماعتوں میں منقسم ہے ۔ ایک ہوس آف لارڈز ۔ (دار الامرا) اور دوسرا ہوس آف کامنز (دار العوام) پہلے طبقے میں وہ اشخاص ممبر ہوتے ہیں ۔ جو ملک میں کئی نسلوں سے رئیس چلے آتے ہیں ۔ یا جن کو بادشاہ سلامت نے خاص خدمت سلطنت اور ملک کے عوض رئیسوں کے طبقے میں داخل کیا ہو ۔ اُن کو بادشاہ سلامت اپنی رائے سے نامزد فرماتے ہیں مگر سکاٹ لینڈ کی طرف سے چند ارکان طبقہ رئیسان سے منتخب ہو کر اس دیوان میں شریک ہوتے ہیں ۔ جب کوئی مسودہ قانون دار العوام سے تین دفعہ پاس ہو کر اس دیوان میں آتا ہے تو دار الامرا کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کو منظور کرکے

قانون کی شکل میں لائیں۔بعض اوقات اس ایوان میں بھی مسودہ قانون پیش کیا جاتا ہے۔مگر بعد میں دارالعوام میں بھیجنا پڑتا ہے۔جب تک اس طبقے کے ممبران اس کو منظور نہ کریں۔ وہ قانون بن نہیں سکتا ہے۔مختصر یہ کہ ہر ایک اہم قانون دو طبقوں کے منظور کرنے کے بعد نفاذ پاتا ہے۔مگر پارلیمنٹ میں رعایا کے نمایندوں کا بڑا زور ہوتا ہے ؛

دارالعوام۔اس دیوان میں ۷۰۶ ممبر شامل ہیں۔اس غرض کے لئے سارا ملک ۷۰۶ برابر حلقہ انتخاب میں بٹا ہوا ہے۔اور ہر ایک حلقے میں سے ایک نمایندہ منتخب ہو کر آتا ہے۔اس وقت اس ایوان میں تین فریقوں رجعت پسند اعتدال پسند اور مزدوروں کے نمائندے موجود ہیں۔جس وقت پارلیمنٹ کا نیا انتخاب ہوتا ہے تو بادشاہ سلامت اکثریت فریق کے لیڈر کو اپنے حضور میں حاضر ہونے کا شرف بخشتے ہیں۔اور اُسے نئی وزارت کے مرتب کرنے کے لئے حکم دیتے ہیں۔وہ خود تو وزیر اعظم کا عہدہ قبول کرلیتا ہے۔اور اپنے احباب میں سے دیگر اشخاص کو وزرا منتخب کرتا ہے۔ان وزیروں کی مجلس کو کیبنٹ یا مجلس وزرا کہتے ہیں۔یہی مجلس سلطنت برطانیہ پر حکومت کرتی ہے۔مگر جب پارلیمنٹ کا بیشتر حصّہ وزیروں کی کسی تجویز کو نامنظور کردے تو اُن کے لئے لازمی ہوتا ہے۔کہ وہ مستعفی ہو جائیں۔اس صورت میں پھر نئی وزارت قائم ہوتی ہے۔جو پارلیمنٹ اور رعایا کی مرضی کے مطابق کام کرتی ہے۔لیکن اگر سابق وزرا یہ سمجھیں۔کہ پارلیمنٹ کی مخالفت کے باوجود ملک اُن کی تجاویز کو خوش آمدید کہنے کے لئے تیار ہے۔تو وہ مستعفی ہو کر ملک کے سامنے اپیل کرتے ہیں۔اور پارلیمنٹ کا دوبارہ انتخاب ہوتا ہے۔اگر رعایا وزیروں کی حکمت عملی کو پسند کرتی ہے تو وہ ایسے نمایندے منتخب کرتی ہے۔جو اُن کے تائید کرنے والے ہوں ؛

جب ملک میں کسی نئے قانون کی ضرورت ہوتی ہے - تو دو تو ایوانوں میں سے کوئی ممبر مسودہ قانون پیش کرنے کی اجازت طلب کرتا ہے - اور پہلی دفعہ دارالعوام میں پڑھ کر سناتا ہے - اس کے بعد وہ مسودہ چھپ کر اخبارات اور سرکاری گزٹ میں شائع ہو جاتا ہے - اخبارات اُس کے حسن و قبح پر نکتہ چینی کرتے ہیں - اس سے ملک کی صحیح رائے معلوم ہو جاتی ہے دوسری خواندگی میں بل (مسودہ) کے بڑے بڑے اصولوں پر بحث ہوتی ہے - اور کمیٹی سلسلہ وار دفعہ بہ دفعہ اس کا ملاحظہ کرتی ہے - مخالف فریق اس پر زبردست نکتہ چینی کرتا ہے - اور بعض دفعہ اس میں کئی ترمیمیں پیش کرتا ہے - آخر بہت بحث و مباحثہ کے بعد کثرت رائے سے یا تو وہ مسودہ منظور ہو جاتا ہے یا مسترد - اگر منظور ہو جائے تو تیسری خواندگی کے بعد اُس کو دارالامرا میں بھیجا جاتا ہے - وہاں سے منظور ہونے پر بادشاہ سلامت کی منظوری کے لئے وزیر اعظم پیش کرتا ہے - آنحضور اس پر مُہر ثبت کر کے منظوری صادر فرماتے ہیں اور یہ قانون ایکٹ پارلیمنٹ بن جاتا ہے جس کا نفاذ تمام عملداری میں کیا جاتا ہے *

سلطنت برطانیہ میں چار قسم کے مقبوضات پائے جاتے ہیں - اوّل انگریزی نوآبادیاں - دوم شاہی بستیاں - سوم زیر حفاظت علاقے - چہارم ہندوستان *

انگریزی نوآبادیاں - ان میں کینیڈا - نیوفونڈلینڈ - جنوبی افریقہ - آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ شامل ہیں - جہاں حکومت شاہ انگلستان کے نام سے کی جاتی ہے - اُن کے ہاں انگلستان کی پارلیمنٹ کے نمونہ پر اپنی پارلیمنٹ ہیں - جو اپنے اپنے ملک کے لئے خود قانون بناتی ہیں - اور خود ہی محاصل و مخارج کی ذمہ دار ہیں

صرف گورنر جنرل بادشاہ کی طرف سے نامزد ہو کر آتا ہے ورنہ باقی سب حکام ان کے اپنے منتخب شدہ ہوتے ہیں۔ یہ خودمختار نوآبادیاں اپنا اپنا نمایندہ جو ہائی کمشنر یا ایجنٹ جنرل کے لقب سے موسوم ہے انگلستان میں بھیجتی ہیں جو وزیر نوآبادیات کے ساتھ اپنے متعلقہ قلمرو کے نظام اور امور سلطنت کے متعلق صلاح و مشورہ کرتے ہیں۔ اور ہر چوتھے سال امپیریل (شاہی) کانفرنس ہوتی ہے۔ جس میں ان نمایندوں کے علاوہ ہندوستان کے نمایندے بھی شامل ہوتے ہیں۔ اور سلطنت برطانیہ کے مفاد اور باہمی تعلقات کے متعلق تجاویز سوچتے ہیں۔

شاہی بستیاں۔ ان کا انتظام گورنر کے ماتحت ہوتا ہے۔ جو تاج برطانیہ کی طرف سے مقرر ہو کر آتا ہے۔ اس کی امداد اور مشورت کے لئے قانونی کونسلیں قائم ہیں۔

"زیر حفاظت علاقے"۔ مثلاً نائیجیریا۔ برطانوی مشرقی افریقہ۔ نیاسالینڈ وغیرہ جن کا اعلیٰ حاکم ہائی کمشنر کہلاتا ہے۔ ان علاقوں کی خارجیہ حکمت عملی سرکار انگریزی کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ شاہی بستیوں اور زیر حفاظت علاقوں میں زیادہ تر اصلی باشندے آباد ہیں۔ اور یہ لوگ تہذیب (تمیز۔ تعلیم اور عقل) کے لحاظ سے بہت پیچھے ہیں۔ اس لئے ان کو حقوق نمایندگی بھی ابھی تک پورا پورا نہیں ملا ہوا ہے۔ چنانچہ بعض علاقوں میں قانونی کونسلیں انتخاب اور نامزدگی دونوں کے ذریعے بنائی گئی ہیں۔ اور بعض میں سرکاری حکام خود ہی انتظام کرتے ہیں۔

ہندوستان۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد ہندوستان کی حکومت براہ راست تاج برطانیہ کے ماتحت چلی گئی ہے۔ اور سب وزرا انگلستان (کیبنٹ) سلطنت ہند کی حکومت اپنے وزیروں میں سے ایک کے سپرد کرتی ہے۔ جس کو سکرٹری آف سٹیٹ یا وزیر ہند کہتے ہیں۔ اس کے ماتحت نائب وزیر ہند

ہوتا ہے۔ جو طبقہ دارالامرا سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ دونو صاحبان پارلیمنٹ کے روبرو ہر سال ہندوستان کے انتظام۔ ترقی اور تنزل کے متعلق رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ اور اپنی پالیسی اور فرائض کی انجام دہی کے لئے جواب دہ ہوتے ہیں ؛

وزیر ہند کی مدد اور صلاح و مشورہ کے لئے لندن میں ایک کونسل قائم ہے۔ جو انڈیا آفس کے نام سے موسوم ہے اس میں کم ازکم آٹھ اور زیادہ سے زیادہ بارہ ممبر ہوتے ہیں۔ جن کو وزیر ہند خود منتخب کرتے ہیں۔ یہ عام طور پر ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو ہندوستان میں کافی عرصہ رہ چکے ہوں۔ یا بطور سرکاری ملازم کام کر چکے ہوں۔ اس کونسل میں ہندوستان کے متعلق معاملات پیش ہوتے ہیں۔ مگر وزیر ہند مالی معاملات کے سوا باقی معاملوں میں ممبروں کی رائے کو پس پشت ڈال سکتا ہے ؛

ہندوستان کا سب سے اعلےٰ حاکم وائسرائے ہے۔ جو وزیر ہند کے ماتحت ہے۔ مگر اس کی مدد اور صلاح و مشورت کے لئے دو مجلسیں انتظامیہ اور وضع قوانین موجود ہیں۔ پہلی مجلس میں آٹھ ممبر ہیں۔ جن میں سے تین ہندوستانی ہیں۔ اس مجلس کا انعقاد ہفتے میں کم ازکم ایک دفعہ ضرور ہوتا ہے۔ جس میں وائسرائے وزیر ہند کے بھیجے ہوئے مراسلات یا حکومت ہند کے بھیجنے والے مراسلے پیش کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ حالات حاضرہ پر بھی بحث ہوتی ہے۔ ہر ایک ممبر کے ماتحت جدا جدا محکمہ ہوتا ہے۔ جس کے انتظام میں اُس کی رائے ذمہ وارانہ ہوتی ہے ؛

دوسری مجلس وضع قوانین ہے۔ جو دو ایوانوں یعنی لیجسلیٹو اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ میں منقسم ہے۔ ۱۹۱۹ء کے ایکٹ کی رُو سے لیجسلیٹو

اسمبلی میں ۱۴۵ ممبر ہوتے ہیں - اور اس کی میعاد تین سال تک ہے - مگر وائسرائے کو اختیار ہے کہ جب چاہے اُسے توڑ دے - اس ایوان میں ہندوستان کے متعلّق قوانین تیار کئے جاتے ہیں - اور سالانہ بجٹ بھی پیش ہوتے ہیں - اگر ممبران کسی رقم خاص مد کے ماتحت کوئی رقم نامنظور کر دیں تو وائسرائے اگر مناسب خیال کرے تو اُس کو بحال رکھ سکتا ہے ؎

دوسرا ایوان کونسل آف سٹیٹ ہے - اس میں زیادہ سے زیادہ ۶۰ ممبر ہوتے ہیں - اس ایوان کی میعاد پانچ سال تک ہوتی ہے - مگر وائسرائے کو اختیار حاصل ہے کہ جب چاہے اسے منتشر کر دے - جب کوئی قانون اسمبلی میں پاس ہوجاتا ہے - تو پھر کونسل آف سٹیٹ میں پیش ہوتا ہے - جب دونوں ایوانوں میں کوئی بل پاس ہوجاتا ہے - تو وائسرائے کی منظوری سے قانون کی صورت اختیار کر لیتا ہے ؎

ہر ایک صوبے میں گورنر حکمران ہے - اس کی مدد کے لئے بھی یہی دونو کونسلیں بنی ہوئی ہیں - مگر مرکزی حکومت کے برعکس یہاں دو قسم کی حکومت پائی جاتی ہے - ایک حصہ کا انتظام تو مجلس انتظامیہ کے ممبروں کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا رعایا کے منتخب کردہ نمایندوں یعنی وزیروں کے سپرد کیا گیا ہے چنانچہ اسی قانون کی رُو سے بڑے بڑے صوبوں میں چند محکموں مثلاً تعلیم - زراعت - لوکل سلف گورنمنٹ (مقامی سوراج) صنعت وحرفت وغیرہ کا نظم ونسق رعایا کے نمایندے کر رہے ہیں - جوں جوں ہندوستانی امورسلطنت اور اصول حکمرانی میں ماہر ہو جائیں گے - باقی محکمے بھی جو محفوظ کے نام سے پکارے جاتے ہیں - (مثلاً پولیس - جیل - مالیہ زمین وغیرہ) ان کے سپرد کئے جائیں گے اور ہمارا ملک بھی نوآبادیوں کی طرح خود مختار ہو جائے گا ؎

تیسری فصل

پارلیمنٹ کا ارتقا

ابراہیم لنکلن نے جنگ امریکہ 1861ء کے موقعہ پر ان بہادروں اور وطن پر قربان ہونے والے اشخاص کی یادگار کو مناتے ہوئے ایک برجستہ تقریر کی تھی جس میں اُس نے پُرزور الفاظ میں کہا تھا۔ کہ وہ حکومت جو لوگوں کی اپنی ہو۔ لوگ ہی اس کا انتظام کرتے ہوں اور اُن کے مفاد پر مبنی ہو۔ کبھی صفحۂ ہستی سے معدوم نہیں ہو سکتی ہے۔ اسی سنہری اصول پر انگریز قوم اپنے ملک میں عمل کرتی ہے۔ مگر اس حقوق کے حاصل کرنے کے لئے ان کو دو ہزار سال تک جد و جہد کرنی پڑی۔ جس کی خاطر اُنہیں کئی قسم کی قربانیاں کرنی پڑیں۔ کئی مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔ مگر اُنھوں نے ہمت نہ ہاری جس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ آج انگلستان کی حکومت پارلیمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔ اور پارلیمنٹ کا انحصار لوگوں کی رائے پر ہے؛

پارلیمنٹ کا آغاز۔ پہلے پہل انگلستان میں سیکسن لوگ آباد تھے۔ یہ لوگ کئی قوموں میں بٹے ہوئے تھے۔ ہر ایک قوم ایک گاؤں میں رہتی تھی۔ جس کے نام پر گاؤں کا نام پکارا جاتا تھا۔ مثلاً بلنگھم کے معنی بلنگ قوم کا گھر (The home of Billings.)۔ دیہاتی انتظام ایک پنچایت کے ہاتھ میں تھا۔

جس کے ارکان ہر فرقے سے منتخب ہوتے تھے۔ کئی گاؤں کا مجموعہ ہنڈرڈ کے نام سے موسوم تھا۔ جس کے انتظام کے لئے علیحدہ مجلس ہوتی تھی۔ جو سال میں چار دفعہ اپنے اجلاس کیا کرتی تھی۔ اور اپنی عملداری میں مختلف قسم کے مقدمات اور ملزموں کا فیصلہ کرتی تھی۔ اس مجلس کے اوپر ایک اَور کونسل ہوتی تھی۔ جس کے ارکان تمام قوم سے منتخب کئے جاتے تھے۔ اور اس کا صدر بادشاہ بذات خود ہوتا تھا۔ یہ مجلس سال میں دو دفعہ اپنے اجلاس میں کرتی تھی۔ اور ملک کے لئے نئے قانون بناتی تھی۔ لیکن جب سلطنت میں نئے علاقے شامل ہوتے گئے تو اس مجلس میں ہر ایک علاقہ سے نمائندے آنے شروع ہوئے۔ یہی مجلس سیکسن بادشاہوں کے وقت میں پارلیمنٹ کا کام دیتی تھی۔ اور ایسٹر اور کرسمس کے ایام میں اپنی کارروائی کیا کرتی تھی۔ جس میں زیادہ تر جاگیردار اور اعلےٰ پادری شامل ہوتے تھے۔

نارمن زمانہ۔ نارمن بادشاہوں کے عہد میں بادشاہ خود مختار ہوتا گیا۔ وہ ساری زمین کا واحد مالک تھا۔ اور جاگیردار بادشاہ کے سامنے حلف اطاعت اٹھا کر اس سے اراضی لیتے تھے۔ چنانچہ ولیم اوّل کے عہد میں ان کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ سیکسن لوگ مفتوحانہ حیثیت میں تھے۔ اس لئے ان کی کوئی قدر نہ تھی۔ بلکہ نارمن افسر اُن پر بہت سختیاں کرتے تھے۔ اُن کی پارلیمنٹ اب نارمن جاگیرداروں۔ رئیسوں اور زمینداروں کی کونسل بن گئی۔ جس کے انتظام میں جمہور کی رائے کی کچھ قدر نہ تھی۔

پلنٹیجنٹ خاندان۔ اس زمانہ میں ہنری دوم مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ اُس نے نظام حکومت میں کئی تبدیلیاں کرکے نارمن رئیسوں کو کمزور کر دیا۔ اور اُنہوں نے بادشاہ سے تنگ آ کر سیکسن لوگوں سے میل ملاپ شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ جمہور بھی نظام حکومت میں حصّہ لینے کے لئے کوشش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ بادشاہ جان کے عہد میں بیرن (امرائے عظام) اور آزاد شہریوں نے مل

کہ بادشاہ کو مجبور کیا۔ کہ وہ میگنا چارٹا (فرمان اعظم) پر دستخط کرے جس کی رُو سے یہ قرار پایا۔ کہ بادشاہ کی ہستی ملک کے قانون سے بالاتر نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ رعایا کی طرح قوانین کی پوری پوری پیروی کرے۔ چنانچہ ۱۲۶۵ء میں ہر ایک قصبے اور امصار سے نمایندہ پارلیمنٹ میں شامل ہونے کے لئے بلائے گئے۔

ایڈورڈ اوّل کے عہد میں بہت سی ملکی اصلاحیں ہوئیں۔ اس نے 1295ء میں ماڈل پارلیمنٹ (نمونے کی مجلس) قائم کی اور اس میں پادریوں۔ امرا اور عوام کے نمایندوں کو شامل ہونے کی دعوت دی۔

ٹیوڈر خاندان۔ 1485ء سے 1603ء تک بادشاہان انگلستان نے دوبارہ اپنا سابقہ اقتدار حاصل کر لیا۔ کیونکہ پھولوں کے معرکے (WAR OF ROSES) کے باعث جب امرائے عظام تباہ ہو گئے۔ تو جمہور نے ملک میں امن امان اور حسن انتظام کے لئے زبردست حکومت کی خواہش ظاہر کی۔ اس زمانے میں ڈاکو اور بحری لٹیرے غریب رعایا پر ظلم ڈھا رہے تھے۔ کسان اور تاجر اُن کے ہاتھ سے نالاں تھے۔ ہنری ہفتم نے اُن امرا کے خدام کو برخاست کر دیا اور طاقتور سے طاقتور امیر کو سزا دینے کے لئے سٹار چیمبر عدالت قائم کی۔ اس کے علاوہ بحری قزاقوں کی گرفتاری کے لئے نئے جہاز تیار کروائے۔ ان مفید اصلاحوں کی وجہ سے لوگ بہت خوش ہوئے۔ اور انہوں نے بادشاہ کے ہاتھ میں کئی نئے اختیارات سپرد کر دیئے۔ یہاں تک کہ ہنری ہشتم کے عہد میں پارلیمنٹ نے منظور کیا۔ کہ شاہی اعلان بھی بمنزلہ قانون پارلیمنٹ ہیں۔ اور ان کی متابعت رعایا کا فرض ہے۔ مگر ملکۂ الزبتھ کے عہد کے آخری حصہ میں لوگوں کے درمیان بےچینی پیدا ہو گئی اور وہ آئینی سلطنت کے قائم کرنے کے

سلطنت برطانیہ

لئے کوشش کرنے لگے ؛

سٹوارٹ خاندان۔ سنہ 1603ء سے سنہ 1714ء تک پارلیمنٹ اور شاہان انگلستان کے درمیان طاقت حاصل کرنے کے لئے رسّہ کشی ہوتی رہی۔ جیمز اوّل کا دعوے تھا۔ کہ بادشاہ اس دنیا پر خدا کا نائب ہے اور وہ اپنے افعال کا ذمہ وار صرف خدا کے سامنے ہے۔ اس لئے اُس کے احکام رعایا کے لئے ایسے ہی ضروری ہیں۔ جیسے کہ کلام الٰہی۔ پارلیمنٹ نے سنہ 1628ء میں چارلس اوّل کو مجبور کیا۔ کہ وہ قانون حقوق پر دستخط کرے۔ جس کی رُو سے یہ قرار پایا۔ کہ کوئی آدمی بادشاہ کو کسی قسم کا ٹیکس۔ قرضہ یا نذرانہ پارلیمنٹ کی اجازت کے بغیر نہ دے۔ دوسرے کسی شخص کو امن کے زمانہ میں فوجی قانون کے مطابق سزا نہ دی جائے۔ تیسرے رعایا کا کوئی فرد گرفتار نہ کیا جائے جب تک کہ اُس کا جُرم ظاہر نہ کیا جائے۔ چوتھے رعایا کی مرضی کے بغیر کسی خاص قطعہ ملک یا کسی کے گھر میں سپاہیوں یا ملاحوں کی رہائش کا انتظام نہ کیا جائے۔ یہ قانون آزادی کے لئے انگریزی قوم کی دوسری فتح ہے۔ مگر اس کے منظور کرنے کے بعد بھی شاہ پرست اور آزادی پسند فریقوں میں خانہ جنگی ہوتی رہی۔ حتےّ کہ یہ سلسلہ اُس وقت بند ہُوا۔ جب چارلس دوم گرفتار ہو کر قتل ہُوا۔ اس کے بعد پارلیمنٹ کی طاقت دن بدن بڑھتی گئی۔ اور اُس نے ولیم سوم اور ملکۂ میری کو تختِ انگلستان پر بٹھایا۔ اُنھوں نے انگریزوں کی آزادی کے لئے تیسرا فرمانِ اعظم یعنی قانون حق سنہ 1689ء میں منظور کیا۔ اس قانون سے حق خداوند کا خاتمہ ہُوا اور پارلیمنٹ کی حکومت کا آغاز ہُوا ؛

جدید انگلستان۔ سٹوارٹ کے خاتمہ سے لے کر آج تک پارلیمنٹ کی روزافزوں طاقت کا زمانہ ہے۔ ہنور خاندان کا پہلا بادشاہ جارج اوّل جرمن نسل

سے تھا۔ اور وہ انگریزی زبان ادب و آداب اور رسم و رواج سے ناواقف تھا۔ اُس نے سب انتظام پارلیمنٹ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور پارٹی سسٹم حکومت کی بنیاد رکھی گئی۔ لیکن جنگ ہفت سالہ اور نپولین بوناپارٹ کے روز افزوں اقتدار اور جنگ و جدل اس کی ترقی میں سدّ راہ ثابت ہوئے۔ مگر جب ۱۸۱۵ء میں نپولین بوناپارٹ کو واٹرلو کے مقام پر شکست ہوئی۔ اُس وقت ملک کی حالت بہت خراب تھی۔ زراعتی ترقی صنعتی انتظام اور کارخانوں کے باوجود بھی لوگوں کی حالت بدتر ہو رہی تھی۔ بہت سے لوگ بے کار۔ ٹیکس زیادہ۔ اشیائے خوردنی گراں۔ اور زراعت نقصان دہ تھی۔ اس پر لوہے کی کلوں کے ایجاد ہونے سے مزدوروں کی قدر نہ رہی۔ جس کے باعث لوگوں کے درمیان بے چینی پیدا ہوگئی۔ سر رابرٹ پیل نے ۱۸۲۱ء میں لوگوں کی حالت بہتر بنانے کے لئے کئی سخت قوانین منسوخ کر دئے۔ اور خصوصاً قانون سٹیلمنٹ کے منسوخ کرنے سے مزدوروں کی حالت میں نمایاں اضافہ ہوگیا۔ اب وہ ایک مقام سے دوسرے مقام میں جاکر ملازمت اختیار کر سکتے تھے۔ مگر ان اصلاحات سے اصل بیماری کی جڑ نہیں کاٹی گئی۔ عام لوگوں نے نظام حکومت میں حصّہ لینے کے لئے مختلف مقامات پر زبردست مظاہرے کرنے شروع کئے۔ آخر ولیم چہارم کے عہد میں ۱۸۳۲ء میں ریفارم ایکٹ منظور ہوا۔ اس قانون کی رو سے درمیانی طبقہ کے لوگوں کو رائے دہی کا حق حاصل ہوگیا۔ مگر مزدور جماعت ابھی تک اس نعمت سے محروم تھی۔ آخر ۱۸۶۷ء اور ۱۸۸۴ء میں علی الترتیب دو ایکٹ پاس ہوئے۔ جن کی رُو سے شہری اور دیہاتی مزدوروں کو بھی رائے دہی کا حق بخشا گیا۔ اور پارلیمنٹ کو حقیقی معنوں میں لوگوں کی حکومت بنانے کے لئے مندرجہ ذیل قوانین بنائے گئے۔ جن کے

مطابق :-

(۱) اٹھارہ سال کی عمر سے اوپر ہر ایک آدمی کو رائے دینے کا حق حاصل ہے ۔

(2) رائے پوشیدہ دی جاتی ہے ۔

(3) ہر ایک ممبر پارلیمنٹ کو معاوضہ دیا جاتا ہے ۔

(4) انتخاب کے لئے ملک کو برابر حصّوں میں منقسم کیا گیا ہے ۔ جس سے ہر ایک حلقے سے ایک ممبر منتخب ہوتا ہے ۔

(5) ہر ایک آدمی اور عورت پارلیمنٹ کے لئے ممبر کھڑا ہونے کی اہلیت رکھتا ہے ۔

(6) تیس سال کی عمر سے اوپر ہر ایک عورت کو رائے دینے کا حق حاصل ہے ۔

موجودہ نظام۔ موجودہ نظام کے مطابق بادشاہ قوم کا نمائندہ ہوتا ہے ۔ اور وہ کسی خاص فریق سے تعلق نہیں رکھتا ہے ۔ حکومت کی اصلی ذمہ داری وزیروں کے ہاتھ میں ہے ۔ جو لوگوں کی طرف سے منتخب ہو کر آتے ہیں ۔ اور اگر وہ کسی معاملہ میں اُن کی رائے صائب خیال نہ کریں ۔ تو نئے انتخاب میں اُن کو منتخب ہونے کا موقعہ نہیں دیتے ہیں ۔ بادشاہ کے اختیارات محدود ہیں ۔ وہ پارلیمنٹ کی اکثریت کے بغیر کوئی نیا قانون منظور نہیں کرسکتا ہے جس وقت دونو دیوانوں یعنی دیوان امرا اور دیوان وکلا (دارالعوام) میں سے کوئی مسودہ منظور ہو کر بادشاہ سلامت کی منظوری کے لئے بارگاہ عالیہ میں جاتا ہے ۔ تو وہ فوراً منظوری کا حکم صادر کر دیتے ہیں ۔

چوتھی فصل

سلطنت برطانیہ کی توسیع

تجارتی زمانہ

نئی دنیا کے دریافت ہونے سے پیشتر سلطنت برطانیہ کا کوئی وجود صفحۂ ہستی پر نہ تھا۔ صرف انگلستان ہی انگریز قوم کا مسکن تھا۔ لیکن جب پلینٹجنٹ بادشاہ برسرحکومت آئے۔ تو چند فرانسیسی علاقے جو انہوں نے بذریعہ شادی یا فتوحات اپنی سلطنت کی توسیع کے لئے حاصل کئے تھے سلطنت برطانیہ سے ملحق ہو گئے اور وہاں انگریز تاجر تجارت کرنے کے لئے آباد ہو گئے۔ لیکن ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ قرون وسطیٰ میں لوگوں کے دل میں یہ فضول خیال بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اگر غیر ممالک کے سوداگروں سے کوئی چیز خریدی جائے۔ تو ہر صورت میں خریدار گھاٹے میں رہتا ہے۔ اس لئے غیر ممالک کی نسبت ان علاقوں میں جو ایک ہی بادشاہ کے ماتحت ہیں تجارت کرنا مفید ہے۔ مگر جب شہر کیلے کے سوا باقی تمام فرانسیسی مقبوضات شاہان انگلستان کے ہاتھ سے نکل گئے تو ساری تجارت کا دارومدار اسی شہر پر رہ گیا۔ اور یہ بندرگاہ انگریزی تجارت کا مرکز اور انگریزی بستی بن گیا ۔

کیلے محل وقوع کے لحاظ سے بہت اچھی جگہ واقع تھا۔ یہاں سے بلجیم اور

ہالینڈ کے ساتھ اُون کی تجارت باسانی ہو سکتی تھی۔ دوسرے سپین اور فرانس کو جانے والے جہاز یہاں سے گزرتے تھے۔ اس لئے ان ممالک کے ساتھ تجارت کرنے میں انگریزوں کو خاص سہولتیں مہیا ہو گئیں۔ لیکن جب 1558ء کے بعد یہ شہر بھی انگریزوں کے قبضے سے نکل گیا۔ تو انگلینڈ کے سوا کوئی علاقہ ان کے ماتحت نہ رہا۔

چودھویں صدی کے اخیر میں تمام اقوام فرنگ ایشیا اور ہندوستان کے ساتھ تجارت کرنے کے لئے نیا راستہ دریافت کرنے کی فکر میں تھیں۔ کیونکہ ترکوں کی فتوحات کے باعث خشکی کے تمام راستے بند ہو چکے تھے اور مشرقی ممالک کی پیداوار ریشم۔ گرم مصالح۔ جواہرات اور قیمتی اشیا یورپ میں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ اس مقصد کے لئے شاہ سپین نے 1492ء میں کولمبس کی درخواست پر اس کو چند ملاح اور ضروری امداد دے کر روانہ کیا۔ مگر وہ ہندوستان پہنچنے کی بجائے جزائر غرب الہند میں جا پہنچا۔ اور غلطی سے یہی سمجھتا رہا۔ کہ میں ہندوستان کے مغرب میں پہنچ گیا ہوں۔ اسی لئے اُس نے ان جزیروں کے مجموعے کو جزائر غرب الہند کے نام سے پکارا۔

اس زمانے میں کوئی بادشاہ نئی دنیا کے دریافت کرنے کے حق میں نہ تھا۔ اور نہ ہی کولمبس کی یہ منشا تھی۔ مگر جزائر غرب الہند کا دریافت ہونا اتفاقیہ امر تھا۔ شاہ سپین کی طرح پرتگال کا بادشاہ بھی ہندوستان کی تجارت سے مالا مال ہونا چاہتا تھا۔ اُس نے اپنے جہازران واسکوڈے گاما کو اس مہم میں سرانجام دہی کے لئے تعین کیا۔ جس نے 1498ء میں راس امید (جنوبی افریقہ کا آخری سرا) کے گرد ہوتے ہوئے کالی کٹ کے ساحل پر ڈیرے ڈال دئے۔ اور راجہ زمورن سے ملاقات کر کے اپنے بادشاہ کے نام ایک چٹھی حاصل کی۔ جس میں یہ

درج تھا۔ کہ ہم آپ کے ملک سے فلاں فلاں اشیا خریدنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن یہ حالت بہت مدت تک نہ نبھ سکی۔ اور پرتگیزوں کو کئی دشمنوں کا سامنا کرنا پڑا ؀

پرتگیزوں کی کامیابی کو دیکھ کر انگریزوں کے دل میں بھی مشرقی ممالک کے ساتھ تجارت کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ سنہ 1480ء میں برسٹل شہر کے چند من چلے اور اولوالعزم ملاح برازیل کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر راستے میں اچانک طوفان کے آ جانے سے وہ منزل مقصود پر پہنچنے کی بجائے واپس چلے آئے۔ آخر سنہ 1498ء میں ہنری ہفتم شاہ انگلستان نے جون کیبٹ اور اس کے بیٹوں سیبسٹن اور لوئیس باشندگان جنیوا اور ساکنان برسٹل کو یہ اختیارات دے کر چین کی طرف روانہ کیا۔ کہ راستے میں جتنے غیر آباد ملک اور علاقے دریافت کریں ان پر قبضہ جمالیں۔ تاکہ ان ملکوں کی تجارت سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ ان خدمات کے عوض تمہیں تجارت کرنے کا اجارہ دیا جائے گا اور تم سے صرف آمدنی کا پانچواں حصہ وصول کیا جائے گا۔ تینوں برسٹل سے روانہ ہو کر مغرب کی طرف چلے اور نیو فونڈ لینڈ اور نواسکوشیا کے ساحل پر پہنچے۔ مگر اس زمانے میں یہ بڑا نقص تھا۔ اگر کوئی جہازران یا تاجر کوئی ایسا علاقہ دریافت کر لیتا تھا کہ جہاں سونے کی کانیں یا مچھلیوں کی رصدگاہیں پائی جاتی تھیں۔ تو وہ اکیلا ہی ان سے مستفید ہونے کے لئے اس راز کو چھپائے رکھتا تھا۔ لیکن ایسا کرنا محال تھا۔ کیونکہ اس کی روزافزوں مالی حیثیت اور مجلسی رتبہ اس کے راز مضمر کو افشا کرنے کے لئے کافی و وافی تھا۔ اسی لئے جب نیو فونڈ لینڈ میں مچھلیوں کی رصدگاہیں دریافت ہوئیں۔ تو کئی انگریز جہازران سنہ 1536ء سے سنہ 1549ء تک اُن کی تجارت سے فائدہ اُٹھاتے رہے۔ مگر سنہ 1549ء میں ایڈورڈ ششم کی حکومت نے

ایک قانون پاس کر کے ان شکارگاہوں پر قبضہ کر لیا۔

1530ء میں کپتان ولیم ہاکنز افریقہ کے مغربی ساحل کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں سے برازیل کی طرف چلا گیا۔ لیکن تیس سال کے بعد اُس کے بیٹے جون ہاکنز نے گنی کے ساحلی علاقے پر غلاموں کی باقاعدہ تجارت شروع کر دی۔ یہاں سے وہ حبشیوں کو سستے داموں خرید کر سپین کی نوآبادیوں میں لے جاتا تھا۔ اور اس سودے میں خوب کھرے کرتا تھا۔

1553ء میں لندن کے چند سوداگروں نے شمال مشرقی سمندروں کو عبور کر کے ہندوستان کا نیا راستہ دریافت کرنے کے لئے ایک کمپنی بنائی۔ سیبسٹن اس مہم کا سردار تھا۔ مگر شمال میں بحر منجمد شمالی برف سے منجمد تھا۔ راستے میں کئی ملاح سردی کے مارے ٹھٹھر کر مر گئے۔ لیکن رچرڈ آرکینجل کی بندرگاہ تک صحیح سلامت پہنچ گیا۔ یہاں سے وہ خشکی کے راستے ماسکو چلا گیا۔ اور ڈیوک سے تجارتی تعلقات پیدا کر کے روس کے ساتھ تجارت شروع کر دی۔ کمپنی نے اُس کو اپنا صدر مقام مقرر کیا اور بخارا۔ فارس اور ہندوستان کے ساتھ بذریعہ خشکی تجارت کے سلسلے قائم کئے۔ مگر جب ملکہ میری اور الزبتھ کے زمانے میں پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک فرقوں کے درمیان مذہبی تنازعات شروع ہوئے۔ تو انگلستان کی بحری قوت نے جنم لیا۔ شاہ سپین رومن کیتھولک فرقے کا بڑا حامی تھا۔ اور پروٹسٹنٹوں کا جانی دشمن تھا اُس نے پروٹسٹنٹوں کو سزا دینے کے لئے ایک عدالت قائم کی۔ جس کے فیصلے کے مطابق انگلستان کے بہت سے جہازرانوں کو زندہ جلا دیا۔ اُن کے ہموطن بھائیوں نے اس بے عزتی کا بدلہ لینے کیلئے سپین کی بستیوں اور جہازوں کو کھلے سمندروں میں لوٹنا شروع کیا۔ اس بارے میں سر فرانسس ڈریک کا نام

تاریخ انگلستان میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ اُس کی ہمت اور جانفروشی کے باعث انگریزوں کو کئی نئے سمندروں اور نئے ملکوں کے حالات معلوم ہو گئے۔ اور اُن کی معلومات اور جغرافیائی حالات میں نمایاں اضافہ ہو گیا۔ جس سے نو آبادیوں کے قائم کرنے اور دیگر اقوام کی بستیوں کو فتح کرنے کا سنہری موقعہ مل گیا۔ لیکن اس مقصد میں صرف تجارتی مفاد ہی مدنظر تھا۔

جان ہاکنز سنہ 1562ء میں جزائر کینری مقبوضات ہسپانیہ میں کھلے بند تجارت کرتا تھا۔ حکومت سپین نے اُس کو مزہ چکھانے کے لئے سنہ 1568ء میں ہاکنز اور ڈریک کے جہازوں پر حملہ کیا۔ مگر وہ خوش قسمتی سے جان بچا کر بھاگ نکلے۔ اور سنہ 1570ء سے سنہ 1573ء تک باوجودیکہ دونو سلطنتوں کے (انگلستان اور سپین) کے تعلقات دوستانہ تھے۔ انہوں نے جزائر غرب الہند میں ہسپانوی بستیوں پر خوب ہاتھ پھیرا۔ اس کے بعد ڈریک نے سنہ 1577ء سے سنہ 1580ء تک تمام دنیا کے گرد چکر لگایا۔ اور بہت سی دولت اور زرومال لے کر انگلستان واپس آ گیا۔ ملکہ الزبتھ نے اُس کو نائٹ ہڈ کا اعزازی خطاب عطا کیا۔ اور بنفس نفیس ملنے کے لئے جہاز پر تشریف لے گئیں کیونکہ ڈریک نے دوران سفر میں نیو ایلبین وبن کو ورا اور اُس کے گرد و نواحی علاقے پر ملکۂ معظمہ کے نام پر قبضہ کر لیا تھا۔

جوں جوں نئے علاقے دریافت ہوتے گئے۔ انگریزوں کے دل میں تجارت کا خیال بڑھتا گیا۔ حتّٰی کہ ریلے کے بھائی سر ہمفری گلبرٹ نے اس اصول کی خوب اشاعت کی کہ ہمیں دوسرے برّاعظموں میں نو آبادیاں قائم کرنی چاہئیں چنانچہ اُس نے اس اصول کو عملی جامہ پہناتے ہوئے نیو فونڈلینڈ میں بستی بسانے کی کوشش کی۔ مگر اس بارے میں اُسے چنداں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

اُس کے بھائی ریلے نے ۱۵۸۳ء میں ورجینیا میں ایسی ہی بستی آباد کرنے کی کوشش کی۔ مگر آباد کاروں نے ہمّت ہار دی۔ اور ڈریک کے جہاز پر سوار ہو کر انگلستان لوٹ آئے۔ لیکن ریلے دل گردے کا مالک تھا۔ اُس نے حوصلہ نہ چھوڑا اور گنی کے ساحل پر تجارت کرتا رہا۔ اُس کی دلی منشا تھی۔ کہ سپین کی بستیوں کو چھین کر انگریزی مقبوضات بنایا جائے۔ مگر یہ کام بڑا مشکل تھا۔ اُس وقت انگلستان اتنا طاقت ور نہیں تھا۔ جو سلطنت سپین کا مقابلہ کر سکتا۔ اس لئے اس خیال کو حکمران جماعت سے کسی قسم کی تقویت نہیں ملی۔

جب سپین والوں نے پرتگیزوں پر فتح حاصل کر کے پرتگال کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ تو لئی محب وطن اور سیاسی خدام سپین کے خلاف ہو گئے۔ اور اُن کے حریفوں یعنی ولندیزوں اور انگریزوں کو ہر طرح کی اطلاعات دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ بعض پرتگیز جہاز رانوں نے ہالینڈ کے جہازوں کی بحری ملازمت اختیار کر لی۔ اس سے پیشتر لنکاسٹر خلیج ٹیبل تک پہنچ چکا تھا۔ یہاں سے وہ تیسرے دورہ میں جزائر شرق الہند جا پہنچا۔ اور ان جزائر کی پیداوار سے فائدہ اُٹھانے لگا۔ مگر واپسی پر اُس کا جہاز غرق ہو گیا۔ اور بڑی مشکل سے انگلستان آیا۔

ولندیزوں کے اب حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ پرتگیز ملّاح اُن کے جہازوں پر کام کرتے تھے۔ جو سمندر کے چپے چپے سے واقف تھے۔ اُن کی رہنمائی میں ڈچ سرکار نے ایک مہم جزائر شرق الہند کی طرف روانہ کی۔ اور ۱۶۰۲ء میں متحدہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے قائم کرنے کی اجازت بخش دی۔ ان کی دیکھا دیکھی لندن کے چند سوداگروں نے بھی ۱۶۰۰ء میں ملکۂ الزبتھ سے

ہندوستان اور مشرقی ممالک کے ساتھ تجارت کرنے کی اجازت طلب کی۔ اور اس غرض کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی۔ پہلی مہم لنکاسٹر کی زیر نگرانی طے ہوئی۔ اور وہ جہاز شرق الہند کے جزیروں میں آکر لنگر انداز ہو گئے۔ اور لنکا۔ جزائر مصالح سے تجارت کرنے لگے۔ مگر ان کو شرق الہند میں چنداں کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے اُنہوں نے اس طرف کا خیال چھوڑ کر اپنی ساری توجہ ہندوستان کی طرف مبذول کر دی۔ اور سنہ ۱۶۱۲ء میں سورت کے مقام پر پہلی تجارتی کوٹھی کھولی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ بمبئی۔ سینٹ ڈیوڈ۔ کلکتہ ہگلی وغیرہ مقامات پر نئی کوٹھیاں قائم کیں۔ لیکن اس زمانے میں جہازوں کو مشرقی بحیرۂ روم سے گزر کر افریقہ کے گرد جانا پڑتا تھا۔ اس لئے ترکی کے ساتھ تجارت کرنے کے لئے انگریز تاجروں نے لوانٹ کمپنی قائم کر کے قسطنطنیہ۔ الپو اور دیگر مقامات پر کارخانے اور کوٹھیاں کھولیں۔ لیکن اس وقت ان سوداگروں کے کبھی یہ خواب وخیال میں بھی نہ آیا تھا۔ کہ وہ ایک دن تجارتی مرحلے سے گزر کر ان ممالک کے سیاسی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت کریں گے۔ اور انہی بڑی عظیم الشان اور وسیع سلطنت کے مالک بن جائیں گے ۔

پانچویں فصل

نئی آبادیوں کا زمانہ

ہسپانوی بحری بیڑہ (آرمیڈہ) کے تباہ ہونے کے بعد ۱۶۰۴ء میں سپین اور انگلستان کے مابین صلح ہوگئی اور انگریزوں کو بھی نوآبادیوں کے قائم کرنے اور اُن پر حکومت کرنے کا خیال پیدا ہؤا۔ اس سے پیشتر ریلے نے ورجینا میں نوآبادی بسانے کی بڑی کوشش کی تھی۔ مگر ایسے اہم معاملات میں واحد فرد کی کوششیں کبھی بار آور نہیں ہؤا کرتی ہیں۔ اسی لئے جب ریلے جب اپنے مقصد میں ناکام رہا تو ۱۶۰۶ء میں اسی بستی کو آباد کرنے اور وہاں کی پیداوار سے فائدہ اُٹھانے کے لئے ایک کمپنی بنائی گئی۔ جس میں انگلستان کے 56 شہروں کے 659 نمایندے شامل تھے۔ کمپنی نے اسی سال شاہ انگلستان سے چارٹر حاصل کرکے بہت سے لوگوں کو وہاں آباد ہونے کے لئے آمادہ کرلیا۔ چنانچہ یہ لوگ دوسرے سال یعنی ۱۶۰۷ء میں وہاں جاکر آباد ہو گئے۔ کمپنی کا مقصد تھا۔ کہ ان علاقوں میں اپنے مذہب یعنی عیسائیت کی اشاعت کی جائے۔ اور غلاموں کی تجارت اور زرعی پیداوار سے اہل انگلستان کو مالا مال کیا جائے اس لئے اُس نے آباد کاروں کے ساتھ بہت سے سوداگروں اور پادریوں کو بھی آباد ہونے کی اجازت بخش دی ۔

جس طرح نارمن بادشاہوں کے عہد میں امرا کو اراضیات فیوڈل سسٹم کے مطابق عطا کی جاتی تھی۔ اسی طرح اس بستی میں بھی یہی طریقہ رائج کیا گیا۔ چنانچہ ولیم پن اور ورجینا کمپنی اس بستی میں دو نو نارمن امرا کی حیثیت رکھتے تھے۔ جو باقی آباد کاروں کو اپنی شرائط پر اراضی تقسیم کرتے تھے۔ اور آبادی کے انتظام کے لئے آئین و قوانین تیار کرتے تھے۔ کیونکہ اس طریق کار سے لوگوں میں مقامی خود مختار حکومت کا مادہ بہت جلد پیدا ہو جاتا ہے ؂

شروع شروع میں شاہ انگلستان نے پریوی کونسل کے صلاح مشورہ سے ورجینا کی بستی کے انتظام کے لئے ایک شاہی کونسل مقرر کی جس کے تمام ممبر بادشاہ نے بذات خود نامزد کئے۔ مگر ۱۶۰۹ء میں کمپنی کے ڈائرکٹروں کا رسوخ پارلیمنٹ میں بڑھ گیا۔ اور ۱۶۲۴ء میں چارٹر (فرمان آزادی) منسوخ ہو گیا۔ تو سارا انتظام براہ راست پریوی کونسل کے ہاتھ میں چلا گیا۔ اور جب انگلستان میں کامن ویلتھ (کرامویل کے عہد میں) کا زمانہ شروع ہوا۔ اور ملکی انتظام اس کے ماتحت ہو گیا۔ تو اُس نے ان بستیوں میں قوانین بنانے کے حقوق اپنے پاس رکھ لئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ لوگوں میں مقامی خود مختار حکومت قائم کرنے کا خیال زور پکڑتا گیا۔ اور آخر کار اضلاع متحدہ امریکہ کی جمہوری حکومت کی شکل میں ظاہر ہوا ؂

پہلے فرمان کے مطابق شمالی امریکہ کا مشرقی ساحل (کیرولینا سے لے کر نوواسکوشیا تک) ورجینا کمپنی کی عملداری میں شامل تھا۔ لیکن اتنے بڑے علاقے کو آباد کرنے کے لئے علیحدہ علیحدہ دو کمپنیوں کے ماتحت دو بستیوں کے آباد کرنے کی تجویز منظور کی گئی۔ چنانچہ اس غرض کے لئے پلے موتھ اور لنڈن کمپنیاں وجود میں آئیں۔ مگر پلے موتھ کمپنی نے آباد کاروں کو حقوق ملکیت فروخت کرنے

کے سوا اور کچھ کام نہ کیا۔ اس وقت انگلستان میں مختلف مذہبی فرقوں کے درمیان سخت جھگڑے برپا رہتے تھے۔ جو فرقہ برسر اقتدار ہوتا تھا۔ وہ دوسرے پر سختیاں کرنے سے گریز نہیں کرتا تھا۔ بہت سے آدمی مذہبی آزادی کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ ۱۰۲ آزاد خیال آدمی جن کو پلگرم فادرز کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ لنکا نشائر اور نوٹنگھم شائر سے نکل کر پہلے ہالینڈ میں چلے گئے۔ اور بعد میں امریکہ میں آباد ہونے کے لئے 1620ء میں تیار ہو گئے۔ انہوں نے پہلے موتھ کمپنی سے حق ملکیت خرید کر پلے موتھ نامی بستی آباد کی۔

1629ء میں ایک اور نئی کمپنی میسا چوسٹس کمپنی وجود میں آئی۔ جس نے اصلاح کنندگان (پوری ٹن) مذہبی آدمیوں کے آباد ہونے کے لئے پلے موتھ کمپنی سے زمین خریدی۔ اور ایک نئی بستی قائم کی۔ ان لوگوں نے اپنے مقامی انتظام کے لئے اپنے میں سے ایک آدمی کو گورنر مقرر کیا۔ اور اُس کی مدد کے لئے انتظامیہ مجلس قائم کی۔ اور 1634ء میں قانون بنانے کے لئے بوسٹن میں اسمبلی کی بنیاد رکھی۔ جس کے ممبر ہر ایک گھرانے کی طرف سے منتخب ہو کر آتے تھے۔ اس بستی کے آباد کار مذہبی سادگی اور دنیاوی تعلیم کی اشاعت کے لئے بڑے مشہور ہیں۔ چنانچہ 1636ء میں جون ہاروڈ نے بوسٹن کے متصل نیو کیمبرج میں ہاروڈ کالج کی افتتاحی رسم ادا کی۔ مگر ان میں چند افراد ایسے بھی تھے۔ جو مذہبی حکمت عملی کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ریاست سے کنارہ کشی کر کے جزائر روڈ اور پراوی ڈنس دو نئی بستیاں قائم کیں۔ اسی زمانہ میں انگلستان سے چند پوری ٹن (Puritan) جہاز میں سوار ہو کر امریکہ پہنچے۔ اُنہوں نے اپنے بھائیوں کی دیکھا دیکھی نیو ہون (New Haven) اپنی بستی آباد کی۔ ان نئے آباد کاروں کی ہمت سے اور کئی چھوٹی چھوٹی بستیاں بڑھتی گئیں۔ اور 1638ء میں میاں

کے ساحل پر سر فرڈی نینڈو کو حقوق ملکیت عطا ہونے سے بہت سے آزاد خیال اشخاص سکونت پذیر ہو گئے۔ اور یہ سارا ساحل آباد ہو گیا۔ مگر ان بستیوں کے علاوہ نیویارک میں اہل ہالینڈ اور دیگر بستیوں میں اہل فرانس اور امریکہ کے اصلی باشندے قیام رکھتے تھے۔ اس لئے انگریزی بستیوں نے اس خیال سے کہ مبادا یہ لوگ ان پر حملہ آور ہوں متحد ہونے میں اپنی سلامتی دیکھی۔ چنانچہ 1643ء میں میسچیٹس۔ پلے موتھ۔ نیوہون اور کونکیٹکٹ چاروں بستیاں متحد ہو کر نیو انگلینڈ کے نام سے موسوم ہوئیں۔
1664ء میں اہل ہالینڈ کی بستی نیو ایمسٹرڈم فتح ہو کر نیویارک کے نام میں منتقل ہو گئی مگر 1673ء میں اُنہوں نے دوبارہ اُس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن نیو انگلینڈ کی حفاظت کے لئے ضروری تھا۔ کہ یہ ریاست فتح ہو کر انگریزوں کے تسلط میں آجائے۔ اس لئے انہوں نے دوسرے سال پھر اُس پر اپنا قبضہ جما لیا۔ اور اس سے شمالی اور جنوبی بستیوں کے درمیان کڑی کا کام لیا گیا۔

چارلس دوم نے ڈیوک آف یارک کو وہ جگہ جاگیر میں عطا کی۔ جہاں آج کل نیوجرسی کی ریاست واقع ہے۔ اُس نے اپنی جاگیر لارڈ برکلے اور سر جارج کے پاس فروخت کر دی۔ اور موخر الذکر اس بستی کا گورنر ہوا۔ جس نے سول وار (خانہ جنگی) میں بادشاہ کے نام پر اس پر قبضہ جمائے رکھا۔ اور 1702ء میں شمالی اور جنوبی بستیاں متحد ہو کر شاہی بستی میں منتقل ہو گئیں۔ 1703ء میں پنسلوینا کی ریاست قائم ہوئی۔ یہ علاقہ اہل سویڈن اور ولندیزوں کے ماتحت تھا۔ ان بستیوں کی زراعتی ترقی کے لئے مزدوروں کی سخت ضرورت تھی۔ جزائر غرب الہند کا مجموعہ نزدیک واقع تھا۔ جہازرانوں اور سوداگروں نے غلاموں کی تجارت سے بہت فائدہ اُٹھایا۔ ان مزدوروں کی محنت اور مشقت کی بدولت

کیرولینا دن بدن ترقی کرتی گئی - مگر ہسپانوی آباد کاروں اور ریڈ انڈین کے حملوں کے خوف اور آباد کاروں کی خانہ جنگی کے باعث سنہ 1619ء میں یہ ریاست شاہی بستی قرار دی گئی - اور اسی طرح سنہ 1724ء میں شمالی کیرولینا کے آباد کار بھی اپنے حقوق ملکیت سے دست بردار ہو گئے ۔

سنہ 1632ء میں لارڈ بالٹی مور کو میری لینڈ کے آباد کرنے کی اجازت مرحمت ہوئی - اُس نے رومن کیتھولک لوگوں کو مذہبی آزادی دلانے کے لئے یہاں آباد کرنا چاہا - دوسرے سال یہاں بہت سے رومن کیتھولک فرقے کے اشخاص نے اپنی رہائش اختیار کی - سنہ 1621ء میں شاہ جیمز نے نوا اسکوشیا کے علاقہ میں سر ولیم الیگزنڈر اور دیگر سکاٹ امرا کو بہت سی اراضی عطا کی - مگر وہ اس پر قبضہ نہیں جما سکے - کیونکہ اس علاقہ کے گرد و نواح میں فرانسیسی پہلے ہی آباد تھے - اور یہ علاقہ اُن کے زیر اثر تھا - اُنہوں نے سنہ 1632ء کے عہدنامہ کی رُو سے اس علاقہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا - انگریزوں نے کینیڈا میں اپنا عمل دخل جمانے کے لئے سنہ 1670ء میں خلیج ہڈسن کے متصل علاقوں میں سمور اور دیگر اشیا کی خرید و فروخت کے لئے شہزادہ روپرٹ کے ماتحت ہیڈسن کمپنی قائم کی ۔

سترھویں صدی میں یہ بستیاں تجارتی مفاد کے لحاظ سے چنداں مفید ثابت نہیں ہوئیں - اس لئے انگریزی حکومت اور جہازران جزائر غرب الہند پر قبضہ کرنا چاہتے تھے - کیونکہ یہ جزیرے ساحلی خطۂ حارہ میں واقع ہونے کے باعث ہمیشہ نباتات اور روئیدگی سے سرسبز رہتے ہیں - اور یہاں مختلف قسم کی نباتات مثلاً گھاس - تمباکو - روئی - قہوہ - کوکو اور نیشکر بافراط ہوتی ہے - خوش قسمتی سے ہسپانوی حکومت نے چھوٹے چھوٹے جزائر کو اپنی

سلطنت میں شامل نہیں کیا تھا اور ان جزیروں میں اپنی آبادیاں بسانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ اس لئے انگریزوں فرانسیسوں اور ولندیزوں کو سپین کی تجارت کو نقصان پہنچانے کے لئے سنہری موقعہ ہاتھ آگیا۔ اور ان کے جہازرانوں نے یہاں اپنے اڈے قائم کر لئے۔ مگر جب جیمز شاہ انگلستان کے عہد میں سپین کے ساتھ صلح ہوگئی۔ تو انگریزی حکومت نے ان جزیروں پر آہستہ آہستہ قبضہ کرلیا۔ چنانچہ سب سے پہلے 1605ء میں باڈوز کی نوبت آئی۔ جہاں رچرڈ نے 1624ء میں انگریزی بستی قائم کی۔ 1623ء میں جزیرہ سینٹ کیٹ کو فرانسیسوں اور انگریزوں نے آپس میں تقسیم کرلیا۔ 1609ء میں برموڈا کے آباد کرنے کے لئے سرجارج کے جہاز کے مسافروں نے ایک کمپنی بنالی۔ اور 1645ء میں ڈومنیکا اور گردونواح چھوٹے چھوٹے جزائر انگریزوں کی عملداری میں شامل ہوگئے ۔

1645ء میں گی آنا (جنوبی امریکہ) پر قبضہ کرنے کے لئے چند آدمیوں کی ایک بستی قائم کی گئی۔ لیکن چارلس دوم کے عہد میں ولندیزوں نے اس کو فتح کرلیا۔ چنانچہ آج تک گی آنا کا ایک حصہ اُن کے ماتحت ہے۔ جزائر بھاما 1629ء میں انگریزوں کے پاس آیا۔ جسے اُنہوں نے 1670ء میں آباد کرلیا۔ اور جمیکا 1655ء میں سپین والوں سے فتح کیا گیا۔ یہ جزائر نباتاتی پیداوار کے علاوہ تجارتی اسٹیشن کا کام بھی دیتے تھے۔ کیونکہ یہاں سے جہاز ہر طرف آجا سکتے تھے۔ افریقہ کا مغربی ساحل نزدیک تھا۔ شمال کی طرف جزائر کیپ ورڈ اور ازورز واقع تھے۔ جہاں سے تجارتی ہواؤں کے ذریعے جہاز فوراً جزائر غرب الہند میں پہنچ جاتے تھے۔ جنوب کی طرف جنوبی امریکہ کا برّاعظم تھا۔ جہاں سپین کی بستیاں (برازیل۔ پیرو وغیرہ) میں ہر وقت آمد و

رفت جاری رہتی تھی +

سنہ 1634ء میں انگریزوں نے افریقہ کے مغربی ساحل پر دریا ئے گیمبیا کے دہانہ پر تجارتی کوٹھی کھولی۔ جس کی وجہ سے چارلس دوم کے عہد میں ولندیز ساحل طلا (گولڈ کوسٹ) پر قبضہ نہ کر سکے۔ یہ کمپنی تاڑ کا تیل۔ ہاتھی دانت اور سونے کے علاوہ غلاموں کی تجارت سے مالا مال ہو رہی تھی۔ کیونکہ انگریزی نوآبادیوں اور پرتگیز و سپین کے مقبوضات کے لئے ان کی سخت ضرورت رہتی تھی۔ اسی زمانہ میں ہندوستان میں تجارتی کوٹھیاں قائم کی گئیں۔ جن کا مفصل ذکر علیٰحدہ فصل میں کیا جائیگا +

چھٹی فصل

نئی بستیوں کی فتوحات

سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں یورپ کی قومیں نئی بستیوں کی تجارت سے مالا مال ہو رہی تھیں۔ کوئی قوم اپنے مقبوضات میں دوسری قوم کے سوداگروں کو دیکھنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ اس زمانے میں ہالینڈ کی بحری طاقت سب قوموں سے گوے سبقت لے گئی ہوئی تھی۔ ولندیز راس المال کمپنیوں بینکوں بین الاقوام تجارت کے اصولوں اور انتظام سے کماحقہٗ واقف تھے۔ اگرچہ ان کے اپنے ملک میں لکڑی کا بڑا کال تھا۔ مگر ولندیز بڑے جفاکش اور عالی ہمت لوگ تھے۔ غیر ملکوں سے لکڑی خرید کر جہاز تیار کرتے تھے۔ اور دیگر

قوموں کی نسبت سستے داموں فروخت کر دیتے تھے۔ تجارت کی خاطر وہ یورپ کے سیاسی معاملات میں الجھنا نہیں چاہتے تھے۔ اسی لئے وہ ہر ایک ملک اور ہر ایک تجارتی مقام پر اپنے جہاز لے کر جانے سے دریغ نہیں کرتے تھے بحر اوقیانوس اور بحر منجمد شمالی کی ہیرنگ اور ویل مچھلیوں کی تجارت اُن کے ہاتھ میں تھی۔ اور انگریزی مقبوضات ورجینیا اور بربا ڈوز سے اشیائے خام خرید کر انگریزوں کی نسبت ارزاں نرخ پر فروخت کر دیتے تھے۔ ان کی روزافزوں ترقی سے انگریزی تجارت کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔ علاوہ ازیں جزائر شرق الہند میں بھی دونو قوموں کے درمیان رقابت زوروں پر تھی۔ کرامویل کی حکومت ہالینڈ سے سخت ناراض تھی۔ اُس نے اُن کو سبق سکھانے کے لئے ایکٹ نیویگیشن (قانون جہازرانی) منظور کیا۔ جس کے یہ معنی تھے کہ امریکہ افریقہ اور ایشیا کی کوئی پیداوار انگریزی جہاز کے سوا کسی انگریزی بستی اور انگلستان کی بندرگاہ میں نہیں اُتر سکتی تھی۔ اس قانون سے ہالینڈ کی تجارت کو سخت دھکا لگا اور وہ اس کا بدلہ لینے کے لئے لڑائی کی تیاریاں کرنے لگے۔

اس قانون کے بعد چارلس دوم کی حکومت نے ایک اور قانون پاس کیا جس کی رُو سے قرار پایا کہ انگریزی بستیوں میں تمباکو اور کھانڈ کی تجارت انگلستان کے سوا کسی دوسرے ملک سے نہ کی جائے۔ اور ان کی ساری اشیائے درآمد صرف مادر وطن (انگلستان) سے وابستہ رہے۔ اگرچہ ان قوانین سے انگلستان کو فائدہ عظیم پہنچا۔ مگر نئی بستیوں کو بہت نقصان اُٹھانا پڑا۔ کیونکہ اُن کی تیار کردہ اشیا کی کھپت کے لئے نئی منڈیوں اور بازاروں کی قلت ہوگئی۔ اور یہ لوگ صنعت و حرفت کے میدان میں ترقی نہ کر سکے۔

تجارت میں اس علیحدگی کی حکمت عملی کا ایک ہی نتیجہ تھا۔ اور وہ نتیجہ مختلف

اقوام کے درمیان جنگ تھا۔ جو آج نہیں تو کل ضرور واقع ہو گا۔ کیونکہ پچھلے صفحات میں ذکر آ چکا ہے۔ کہ کس طرح سپین کی واحد تجارت سے مجبور ہو کر الزبتھ کے عہد میں انگریز جہاز رانوں (ڈریک۔ ہاکنز) نے پہلے بحری قزاقی کا پیشہ اختیار کیا اور بعد میں قومی جنگ کا آغاز ہوا۔ اسی طرح ولندیز جزائر شرق الہند اور مشرقی ممالک میں پرتگیزوں کے ساتھ برسرپیکار رہے۔ اور یورپ میں اگرچہ انگریزوں اور اُن کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے۔ مگر تجارت کی خاطر ان ممالک میں وہ صلح کے زمانے میں بھی ایک دوسرے سے لڑنے سے باز نہ رہ سکے 1623ء میں امبوئنیا کا قتل اس حسد کا نتیجہ تھا۔ جو دونو قوموں کے سوداگروں کے دل میں پیدا ہو چکا تھا۔ یہی حسد تھا جس کے زیر اثر پرنس اورنج (جو چارلس اوّل کا داماد تھا) انگریزی حکومت سے دوستانہ تعلّقات پیدا کرنے سے باز رہا۔

نیویگیشن ایکٹ کے بعد ہالینڈ اور انگلستان کی حکومتوں کے تعلّقات دن بدن خراب ہوتے گئے۔ لیکن جب کرامویل نے اعلان کیا۔ کہ آیندہ سے رودبار انگلستان میں سے گذرنے والے جہازوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ انگریزی بحری بیڑے کو سلام کریں۔ تو ہالینڈ کے جہازرانوں نے اس امر کی سخت مخالفت کی۔ اور 1652ء میں جنگ کا اعلان کر دیا۔ ولندیزی بحری بیڑے کا امیرالبحر وان ٹروپ بڑا عقلمند اور تجربہ کار تھا۔ اُس نے رودبار میں انگریزوں کو شکست دی۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد جرنیل بلیک نے پورٹ لینڈ ڈون کے مقام پر وان ٹروپ کو شکست دے کر اپنی سابقہ عظمت کو برقرار رکھا۔ یہ شکست ہالینڈ کی تجارت کے لئے تباہ کن تھی۔ جس طرح ڈریک اور ہاکنز نے سپین کے جہازوں اور بستیوں کو لوٹ کر تباہ کر دیا تھا۔ اسی طرح ہالینڈ کے ساتھ انگریزوں نے

سلوک کیا۔

اسی زمانہ میں سپین کے ساتھ جنگ شروع ہوئی۔ برطانوی امیرالبحر بلیک نے ہسپانوی بیڑہ کو جزائر سانٹا کروز کے مقام پر تباہ کر دیا۔ اور سمندر پر انگریزی راج قائم کر کے خود اس جہان سے رخصت ہوا۔

انگریزوں اور ولندیزوں کی پیروی کرتے ہوئے فرانسیسیوں نے بھی نئی دنیا میں اپنی بستیاں قائم کی ہوئی تھیں۔ یہ لوگ محنتی اور کاریگر تھے۔ ملک کے تین طرف سمندر واقع ہونے کے باعث فن جہاز رانی میں بھی مشغول رہتے تھے۔ لوئیس چہاردہم کے عہد میں فرانس تمام یورپ میں بڑی ملکی طاقت شمار کی جاتی تھی۔

سنہ 1534ء میں کارٹیر نے شمال مغربی سمندری راستہ دریافت کرنے کی غرض سے بحری سفر اختیار کیا۔ اور بحر اوقیانوس سے ہوتے ہوئے دریائے سینٹ لارنس کے دہانے تک پہنچ گیا۔ یہاں اسے کیوبک کی اونچی چٹان نظر پڑی۔ جسے دیکھتے ہی وہ آگے بڑھا اور اس جگہ جہاں آج مانٹریال آباد ہے پہنچ کر ڈیرے ڈال دئے۔ اُس نے موسم سرما اس جگہ گزارا۔ مگر ایک تو موسم کی شدت دوسرے ریڈ انڈین (اصلی باشندے) کے حملوں نے اُسے مجبور کیا کہ وہ اپنے وطن کو مراجعت کرے اگرچہ اس بحری مہم سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے فرانسیسیوں نے امریکہ میں آباد ہونے کے لئے کوئی بستی نہیں بسائی۔ مگر فرانسیسی نوجوانوں اور تاجروں کے دل میں خیال پیدا ہو گیا۔ اور کارٹیر سے 60 سال بعد سموئیل ڈی چیمپلین نے کوئیبک کی چٹان پر فرانسیسی جھنڈا نصب کر کے ایک قلعہ بنانا شروع کر دیا۔ اس کا مقصد تھا۔ کہ یہاں فرانسیسی بستی بنا کر اصلی باشندوں کو عیسائی مذہب میں داخل کیا جائے۔ یہاں سے وہ دریا رچیلیو کے کنارے ہوتا ہوا جھیل چیپلین کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور کینیڈا کا بہت سا حصہ دریافت کر کے سنہ 1635ء

میں کرسمس کے دنوں میں مرگیا۔ یہ بہادر سیاح تو اس دنیا سے چل بسا لیکن اپنے پیچھے ایک ایسا خیال چھوڑ گیا۔ جس کو مدنظر رکھتے ہوئے فرانسیسوں کے تن بدن میں آگ سلگ پڑی۔ اور وہ اسکے مقصد کو کامیاب بنانے کے لئے از حد کوشش کرنے لگے۔ چنانچہ ایک نوجوان فرانسیسی لا سیلے نامی کینیڈا میں آیا اور بڑی مشکلات اور تکالیف کے بعد دریائے مس سس سپی کے دہانہ تک (خلیج میکسیکو) پہنچ گیا۔ اُس نے دریا کے اردگرد سارے علاقہ پر قبضہ کرلیا اور اپنے بادشاہ کے نام پر اس کا نام لوئیسانہ رکھا۔

چارلس دوم کے بعد ولیم سوم (اورنج) انگلستان کا بادشاہ مقرر ہوا۔ یہ دور اندیش اور عقلمند بادشاہ بچپن سے ہی لوئیس شاہ فرانس کے منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے تجویزیں سوچتا رہتا تھا۔ اکیس سال کی عمر میں وہ ہالینڈ کی فوجوں کا جرنیل مقرر ہوا تھا۔ اُس کی خواہش تھی۔ کہ کسی نہ کسی طرح اپنے ملک کو دشمنوں سے محفوظ رکھے۔ جب سپین کے تخت کی وراثت کے لئے تنازع شروع ہوا۔ تو اُس وقت انگلینڈ لوئیس چہاردہم کے خلاف جنگ کے لئے تیار نہ تھا۔ لیکن جب شاہ فرانس نے جیمز دوم کے لڑکے کو پارلیمنٹ کی خواہش کے خلاف انگلستان کا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ تو پارلیمنٹ نے اس جنگ میں حصہ لینا اپنا فرض منصبی خیال کیا۔ اس موقعہ سے انگریزی بستیوں کی فتوحات کا شاندار زمانہ شروع ہوتا ہے۔ جنگ وراثت کا اصلی مقصد فلپ پنجم (شاہ فرانس کا پوتا) کی تخت سے علحدگی نہیں تھی۔ بلکہ اس تجارتی سلسلے کا قائم رکھنا تھا۔ جو شاہ فرانس نے شاہ سپین سے مل کر ہالینڈ اور انگریزوں کے خلاف تجارتی عہدنامے کے ذریعے نئی دنیا میں بند کردیا تھا۔ جس سے انگریز اور ڈچ تجارتی کمپنیاں ہسپانوی امریکہ میں تجارت کرنے کے حق سے محروم کی گئی تھیں۔ مگر ۱۷۱۳ء

میں اسٹرجیٹ کے عہدنامہ کی رُو سے اتحادیوں نے لوئیس سے اپنے تجارتی حقوق کا مطالبہ منظور کرالیا۔ اور جبرالٹر اور منارکا کے مل جانے سے بحیرہ روم کی کنجی ان کے ہاتھ آگئی۔ امریکہ میں نئیو فونڈلینڈ۔ نواسکوشیا۔ لیبرے ڈور اور خلیج ہڈسن کے متصل کے علاقے انگریزوں کی عملداری میں آگئے۔ ان علاقوں کی بدولت انگریزی بستیوں کی حد فرانسیسی شمالی امریکہ کے نزدیک پہنچ گئی اور مستقبل قریب میں قلمرو کینیڈا کے قائم ہوجانے کا یقین ہوگیا۔ اس کے علاوہ انگریزوں کو ہسپانوی بستیوں میں ۳۰ سال تک غلاموں کی آزادانہ تجارت کرنے کی اجازت مل گئی۔ جس سے انگریزی قوم کو نفع کثیر حاصل ہوا۔

جنگ سپین کے تھوڑے عرصہ بعد یورپ میں انگریزوں کی فرانسیسوں سے لڑائی ٹھن گئی۔ جس کی آگ کے شعلے دور دراز ممالک میں بھی جا پہنچے اور انگریزی بستیاں بھی جنگ میں شامل ہونے سے باز نہ رہ سکیں۔ دوران جنگ میں انگریزی فوجوں نے لوئیس برگ۔ نئیو فرنچ (کیپ برٹن) کو فتح کرلیا۔ آخر ایکس لا چیپل کے عہدنامہ کی رو سے لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ اور دونو اقوام میں صلح ہوگئی۔ لیکن یہ صلح عارضی ثابت ہوئی۔ فرانسیسوں نے فرانسیسی کنیڈا اور لوئیسانہ (اضلاع متحدہ امریکہ) کو ملانے کے لئے دریائے اوہایو کی وادی پر قبضہ کرلیا جس سے انگریز آبادکار درمیانی بستیوں سے امداد حاصل کرنے سے محروم ہوگئے۔

جب مسٹر پٹ وزیر اعظم کے عہدے پر سرفراز ہوا۔ تو اُس نے فرانسیسی طاقت کو زوال پہنچانے کے لئے سپین سے رابطۂ اتحاد پیدا کرنا چاہا۔ اس غرض کے لئے وہ منارکا کے عوض جبرالٹر کا قلعہ حکومت سپین کے حوالے کرنے کے لئے تیار تھا۔ لیکن شاہ سپین نے اس پیشکش کو نامنظور کردیا۔ ادھر سے ہٹ

کر وزیر اعظم نے اپنی دور اندیشی اور تدبر سے کام لینا شروع کیا۔ اور اپنے عہد وزارت میں فرانسیسی بحری بیڑے کو تباہ کر کے نئی آبادیوں کے فتح کرنے کا راستہ کھول دیا۔ وُلف نے کینیڈا کو فتح کیا۔ اور انگریزی امیر البحر نے جزائر غرب الہند اور ساحل افریقہ کے فرانسیسی مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستان میں بھی دونو کمپنیاں برسرِ پیکار تھیں۔ جس کے خاتمے پر فرانسیسی طاقت اگرچہ پورے طور پر تباہ تو نہ ہوئی۔ لیکن اُسے زوال آگیا۔ وزیر اعظم نے ہسپانوی حکومت کو سبق سکھانے کے لئے منیلا اور ہوانا کے فتح کرنے کی تجویز پارلیمنٹ میں پیش کی۔ یہ دونو مقامات تجارتی اغراض کے لئے از حد مقید تھے۔ کیونکہ منیلا چین اور مشرقی ممالک کی تجارت کے باعث دولت کا گڑھ بن چکا تھا۔ اور ہوانا میکسیکو اور جنوبی امریکہ کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے غیر اقوام کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا تھا۔ یہاں سے جہاز مال و اسباب لاد کر یورپ کی طرف روانہ ہوتے تھے۔ سنہ 1763ء کے بعد دوسری قوموں کے کئی مقبوضات انگریزوں کے تحت میں آگئے۔ چنانچہ کینیڈا، جھیلوں (سپیریر وغیرہ) سے لے کر دریائے مس سس سپی تک کے علاقے۔ ہسپانوی فلوریڈا۔ گرناڈا۔ سینٹ ونسنٹ ڈومینیکا (جزائر غرب الہند) ہانڈوراس (وسط امریکہ) سینی گال (مغربی افریقہ) اور منورکا (بحیرہ روم) پر برطانوی جھنڈا لہرانے لگا۔ مگر ان فتوحات اور تجارتی ترقی کو دیکھ کر دوسری قوموں کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی اگر انگریزوں نے سیاسی اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے ان علاقوں پر قبضہ کیا ہوتا۔ تو اُنہیں کچھ خطرہ نہ تھا۔ مگر ابھی وہ ان بستیوں کا مکمل انتظام بھی نہیں کر سکے تھے۔ کہ دوسری طرف سے خطرے کا گھنٹہ بجنے لگا۔

ساتویں فصل

اضلاعِ متحدہ امریکہ کی آزادی

نئی بستیوں میں حکومت انگلستان نے اگرچہ حکومت خود مختاری عطا کی ہوئی تھی۔ مگر تجارتی معاملات میں آباد کاروں کی نسبت اپنے ذاتی مفاد کو ترجیح دیتی تھی۔ نیویگیشن ایکٹ (قانون جہاز رانی) کے مطابق وہ انگلستان کے سوا کسی دوسرے ملک سے تجارت نہیں کرسکتے تھے۔ اور نہ ہی وہ مادرِوطن کے مفاد کے خلاف صنعت و حرفت کے کاموں میں ترقی کر سکتے تھے اُنہوں نے ان نئی آبادیوں کو محض تجارتی منڈیاں اور اجارہ دار دکانیں سمجھ رکھا تھا مگر آبادکار حکومت مقامی کے ماتحت اپنے اوپر اس قسم کی قیود لگوانے کے لئے ہرگز تیّار نہ تھے۔ خصوصاً اب جبکہ انہیں فرانسیسی اور ہسپانوی آبادیوں سے کسی قسم کا خطرہ نہیں رہا تھا۔ انھوں نے ان قوانین کے ماننے سے انکار کر دیا ؛

سلطنت برطانیہ

اس وقت جارج سوم تختِ انگلستان پر متمکن تھا۔ وہ ان بستیوں پر اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرنا چاہتا تھا۔ اور اُن پر محصول لگانے کا اختیار اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب پارلیمنٹ نے چائے کے محصول کا قانون پاس کیا۔ تو اضلاع متحدہ امریکہ کی بستیوں نے اُس کی سخت

مخالفت کی۔ اور اصلی باشندوں کے بھیس میں چھپ کر بوسٹن کی بندرگاہ میں
چائے کے جہازوں کو ڈبو دیا۔ اس معمولی سے واقعہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ 1775ء
میں فیلاڈلفیا کے مقام پر امریکن 13 ریاستوں کے نمایندوں کی ایک کانگریس
منعقد ہوئی۔ جس میں انہوں نے حقوق آزادی کی درخواست تیار کی۔ اور اُسے
پارلیمنٹ انگلستان میں بھیج دیا۔ ارل کیتھم نے دارالامرا میں پارلیمنٹ کے ممبروں
کو متنبہ کیا۔ کہ اپنے بھائی بندوں سے لڑنے کے لئے کوشش نہ کرو۔ کیونکہ
انگلستان کے پُرانے حریف (فرانس۔ سپین اور ہالینڈ) امریکہ والوں کی مدد
پر ہیں۔ مگر وزیروں نے اُس کی نصیحت پر کچھ دھیان نہ دیا۔ اور امریکہ والوں
نے جنگ آزادی کا اعلان کر دیا۔

اس معاملہ میں فرانس اور سپین انگریزوں کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ اور
بحیرۂ بالٹک کی ریاستوں (روس۔ سویڈن۔ ڈنمارک اور پرشیا) نے غیر جانبداری
کا اعلان کیا۔ جرنیل واشنگٹن نے امریکن فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ اور
بینکر ہل اور ایک دو مقامات پر لڑائیاں لڑیں۔ آخر 4۔ جولائی 1776ء کو
دوبارہ فلیڈلفیا کے مقام پر کانگریس منعقد ہوئی۔ اور واشنگٹن جمہوری حکومت
امریکہ کا پہلا صدر منتخب ہوا۔ جنگ کے خاتمے پر انگریزوں نے جمہوری حکومت
کو تسلیم کر لیا۔ مگر فرانسیسیوں اور اہل ہسپانیہ کو سخت نقصان پہنچا۔ انگریزی
امیر البحر روڈنے نے 1781ء میں سینٹ کے معرکے میں جزائر غرب الہند کو دشمنوں
کے ہاتھ پڑنے سے بچا لیا۔ سپین نے جبرالٹر کے فتح کرنے کے لئے آدمیوں اور
روپے پیسے سے سخت کوشش کی۔ مگر اس کی کوشش بار ور نہ ہوئی۔ وارن
ہیسٹنگز اور اُس کے جرنیل آئر کوٹ نے ہندوستان میں فرانسیسیوں اور
اُس کے دوست حیدر علی کو 1781ء میں پورٹ نووو کے مقام پر شکست

دی۔ ہالینڈ تجار اس جنگ میں تباہ ہو گئے۔ ہسپانوی بستیاں یکے بعد دیگرے ہاتھ سے نکل گئیں اور فرانس دیوالیہ بن گیا ۔

اس جنگ کے بعد اضلاع متحدہ امریکہ سلطنت برطانیہ سے علیحدہ ہو گیا۔ حکومت انگلستان نے شاہی قیدیوں کو بھیجنے کے لئے آسٹریلیا کا سلطنت برطانیہ سے الحاق کر لیا۔ اس عرصہ میں بہت سے شاہ پرست خاندان امریکن بستیوں سے نکل کر کینیڈا میں آباد ہو گئے۔ اور حکومت انگلستان نے بھی کینیڈا کے آباد کرنے کے لئے اپنی تمام تر توجہ مبذول کر دیں۔ سنہ 1789ء میں وین کوور کے نزدیک آبنائے نوٹکا کی بستی کا واقعہ پیش آیا۔ کیلیفورنیا میں ہسپانوی بستی آباد تھی منتظموں نے چین اور مشرقی ممالک کے ساتھ تجارت کرنے کے لئے امریکہ کے مغربی ساحلی علاقے کو اپنے زیر اثر لانا چاہا۔ مگر نوٹکا کے کنارے انگریزی تاجروں کی ایک چھوٹی سی بستی موجود تھی۔ جو اس علاقہ میں سمور اور پوستینوں کی تجارت کیا کرتی تھی۔ مسٹر پٹ نے ہسپانوی مداخلت کے خلاف زبردست مخالفت کی۔ سپین نے اپنے پرانے دوست فرانس سے مدد کا مطالبہ کیا۔ مگر وہ بیچارہ خود انقلاب کی لہر میں بہے جا رہا تھا۔ اُس کی کیا مدد کر سکتا تھا۔ آخر سپین کو خون کے گھونٹ پی کر خاموش رہنا پڑا۔ اور یہ چھوٹی سی بستی برٹش کولمبیا کے لئے سنگ بنیاد کا کام دینے لگی ۔

انقلاب کے زمانے میں پرانے عہد نامے کاغذی پرزے ثابت ہوئے۔ فرانسیسی حکومت نے نپولین بوناپارٹ کے ماتحت بلجیم۔ روس۔ اٹلی سپین وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور انگریزوں کے خلاف چڑھائی کر دی۔ اس وقت نپولین کا طوطی خوب بول رہا تھا۔ اگر اس نازک موقعہ پر انگریزوں کی بحری طاقت زبردست نہ ہوتی۔ تو وہ ضرور سلطنت برطانیہ کے بکھرے بکھرے

کر دینا۔ مسٹر پٹ وزیر جنگ کے فرائض ادا کرنا تھا۔ اُس نے نپولین کے منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے تمام سمندری تجارت پر قبضہ کر لیا اور اُس کے تجارتی طریق کار کو ضعف پہنچانے کے لئے سامان حرب اور دیگر اشیائے خوردنی فرانس کے ہاتھ بیچنے کی ممانعت کر دی۔ اور خود فتوحات کے شاندار سلسلے کی بنیاد رکھی۔ سنہ 1793ء میں ٹولوگو سنہ 1794ء میں سینٹ لوئیس۔ گواڈالوپ اور مارٹی نیکو پر قبضہ کر لیا۔ مگر دوسرے سال فرانسیسوں نے ٹولوگو پر دوبارہ اپنا قبضہ کر لیا ؂

فرانس کے ساتھ ہالینڈ بھی اس جنگ میں شریک تھا۔ انگریزوں نے سنہ 1795ء میں راس امید کی بستی۔ ملکا اور کوچین اُن سے چھین لئے۔ سنہ 1796ء میں لنکا اور ڈچ گی آنا کی نوبت آئی۔ سنہ 1797ء میں ٹرینڈاڈ اور سنہ 1798ء میں منارکا سپین والوں سے فتح کئے گئے۔ اسی سال برٹش ہانڈوراس سلطنت انگلشیہ میں شامل ہو گیا۔ یہ علاقہ مہاگنی اور گلاب چوب کے جنگلات کے لئے مشہور تھا۔ سنہ 1800ء میں مالٹا فرانسیسوں سے فتح کیا گیا۔ اور سنہ 1801ء میں ڈنمارک کے مقبوضات سینٹ طامس۔ سینٹ بارتھولومو اور سینٹ کروز انگریزوں کے قبضے میں آ گئے۔ ان فتوحات کے باعث دشمنوں کی تجارت کو سخت دھکا لگا۔ اور وہ مجبور ہو کر سنہ 1802ء میں امینز کے مقام پر صلح کے طلبگار ہوئے۔ اس عہد نامے کی رو سے فریقین نے ایک دوسرے کے مفتوحہ علاقہ واپس دے دئے۔ مگر لنکا۔ مالٹا۔ اور ٹرنیڈاڈ انگریزوں کے پاس ہی رہے۔ امینز کی صلح چند روزہ تھی۔ نپولین صرف اپنی شکستہ فوج کی مرمت کرنا چاہتا تھا اس لئے جب وہ اس کام سے فارغ ہوا۔ تو سنہ 1803ء میں دوبارہ جنگ کا اعلان کر دیا۔ حریف کی مرضی تھی۔ کہ انگریزی بحری بیڑے کو کسی بندرگاہ میں بند کر کے

پھریے خوف سے انگلستان پر حملہ کیا جائے۔ مگر انگریزوں نے اپنی بحری طاقت کے بھروسے پر ۱۸۰۳ء میں دوبارہ سینٹ لوئیس۔ ٹولوگو اور ڈمیریرا (غرب الہند) فرانسیسی مقبوضات کو فتح کرلیا۔ ۱۸۰۶ء میں ٹریفالگر کے بعد کیپ کالونی کی باری آئی۔ پچھلے جنگ میں انگریزوں نے اُسے فتح کرکے ہالینڈ کے حوالے کر دیا تھا۔ اب دوبارہ اسے فتح کرکے سلطنت برطانیہ سے ملحق کرلیا۔

۱۸۰۷ء میں سینٹ طامس۔ سینٹ کروزا اور ہیلی گولینڈ ڈنمارک والوں سے چھینے گئے۔ ۱۸۰۹ء میں سینی گال اور آئی اونین جزائر فتح ہوئے۔ ۱۸۱۰ء میں سینٹ مارٹھن اور گواڈل لوپ جزائر غرب الہند میں اور امیونیا جزائر شرق الہند میں ہالینڈ والوں سے فتح کئے گئے۔ اسی سال جزائر ماریشش اور بوربون (فرانسیسی مقبوضات) بھی فتوحات کے زمرے میں داخل ہوئے۔ ۱۸۱۱ء میں جاوا کی فتح نے جزائر شرق الہند آبنائے ملکا اور مشرقی سمندروں میں انگریزی تجارت کے لئے سہولتیں پیدا کردیں۔ اس عرصہ میں جنوبی امریکہ کی ہسپانوی بستیوں نے مرکزی حکومت سے تمام تعلقات منقطع کرلئے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اپنی آزادی قائم رکھنے کے لئے انگریزوں کو اپنے محدود علاقے میں تجارت کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن بونس آیئرز کا علاقہ ابھی تک سپین کے زیر اثر تھا۔ انگریزوں نے اس کو فتح کرنے کے لئے ۱۸۰۶ء میں بڑی کوشش کی۔ مگر اس میں اُن کو کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

نپولین نے زار روس کے خلاف جنگ کا اعلان کیا اور چھ لاکھ فوج لے کر روس پر چڑھ آیا۔ روسی سب سامان رسد لے کر برّاعظم کے اندر چلے گئے نپولین اُن کے تعاقب میں ماسکو تک چلا گیا۔ سردی کا موسم تھا۔ غضب کی شدّت تھی۔ ژالہ باری اور برف کے طوفان نے فرانسیسیوں کا دم ناک میں

کر دیا۔ بھوک کے مارے جان پر آبنی۔ مجبوراً فرانس کی طرف واپسی اختیار کی۔ مگر راستے میں فوج کا ایک کثیر حصّہ تباہ ہو گیا۔ روسیوں کی دیکھا دیکھی آسٹریلیا اور پرشیا والوں نے بھی فرانس کے خلاف ہتھیار اُٹھا لئے اور نپولین کو اتنا مجبور کیا کہ وہ پیرس کو چھوڑ کر البا میں بطور اسیر رہنے لگا۔ لیکن ابھی ایک سال کا عرصہ بھی نہیں گزرا تھا۔ کہ البا سے نکل کر پھر فرانس میں آ گرجا۔ سپاہیوں اور اُس کے سرداروں نے اُس کو خوش آمدید کہا۔ اور فوراً اُس کی ماتحتی میں آ کر پرشیا سے بدلہ لینے کے لئے تیار ہو گئے۔ ناٹرلو کے مقام پر ۱۸ جون 1815ء کو فرانسیسوں اور انگریزوں اور اُس کے اتحادیوں کے درمیان جنگ شروع ہوا جس میں نپولین کو شکست ہوئی اور وہ سینٹ ہلینا میں جلا وطن کیا گیا۔ جہاں وہ چھ سال کے بعد اس جہان سے رخصت ہوا۔

وی آنا کانگریس کی رُو سے یورپ کی دوبارہ نئی ملکی تقسیم ظہور میں آئی۔ اس وقت مندرجہ ذیل ممالک انگریزوں کے حصّے میں آئے۔

یورپ۔ جزیرہ ہیلی گولینڈ (بحیرۂ شمالی) مالٹا بحیرۂ روم۔

افریقہ۔ جزائر اوی اوئین۔ کیپ کالونی۔ ماریشش۔

ہند۔ لنکا۔ کانڈی۔

امریکہ۔ گی آنا کا ایک تہائی حصّہ۔ ڈمریرا وغیرہ۔

ان علاقوں کے علاوہ باقی فتوحات واپس کی گئیں۔ جس کی وجہ سے تجارت کی رقابت کا خیال دور ہو گیا۔ اگر انگریز ان علاقوں پر زبردستی قبضہ جمائے رکھتے۔ تو پھر جنگ کا امکان تھا۔ مگر کیسل رے وزیر خارجہ کی دور اندیشی اور سیاسی حکمت عملی نے انگلستان کو اس مصیبت سے بچا کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن کر دیا۔ چنانچہ 1815ء سے لے کر آج تک آسٹریلیا

نیوزی لینڈ- جنوبی افریقہ- کینیڈا- مشرقی افریقہ- نائیجیریا- مصر- سلطنت ہند اور دیگر انگریزی مقبوضات اس عظیم الشان سلطنت اور سربفلک عمارت کے پائیدار ستون بن گئے ہیں ٭

آٹھویں فصل

ہندوستان میں انگریزی بستیاں

جس زمانے میں دہلی کے تخت پر شہنشاہ اکبر متمکن تھا- بعینہٖ اُسی وقت ملکۂ الزبتھ انگلستان پر حکمران تھی- اُس کے عہد میں کئی انگریز تاجر ہندوستان میں آئے- جن میں سے تھامس سٹیفن بہت مشہور ہے- یہ شخص رومن کیتھولک عقیدے کا حامی تھا- اور اُس نے سنہ 1579ء میں اپنے ہاتھ سے گوا کالج کی بنیادرکھی- اُس وقت پرتگیز ہندوستان کے مغربی ساحل پر بڑے زور شور سے تجارت میں مشغول تھے- اُس نے اُن کی تجارت- نفع اور ترقی کے سب حالات خط وکتابت کے ذریعے اپنے باپ کی خدمت میں ارسال کئے- جن کو پڑھ کر لندن کے تاجروں کے دل میں بھی ہندوستان کے ساتھ تجارت کرنے کا خیال پیدا ہؤا- اُنھوں نے سنہ 1583ء میں چار تاجروں نیوبرے- رُلف لیڈز اور سٹوری کو ہندوستان کی طرف روانہ کیا- تاکہ وہ یہاں کے حالات کا ملاحظہ کر کے تجارت کے لئے نیا راستہ کھولیں- وہ دو سال کے بعد منزلِ مقصود پر پہنچے- اور دکن کے

مشہور شہروں کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے دہلی پہنچ گئے۔ جہاں بادشاہ نے اُن کی بڑی عزت کی۔ کچھ عرصہ کے بعد نیوبری اکیلا انگلستان کو روانہ ہوا۔ اور اُس کی رپورٹ متعلقہ دولت ہند پڑھ کر انگریز تاجروں نے ہندوستان سے تجارت کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ٭

اس سے پیشتر اہل ولندیز مشرق میں تجارت کر کے مالا مال ہو رہے تھے۔ اُنہوں نے 1599ء میں سیاہ مرچ کی قیمت میں بہت اضافہ کر دیا۔ حتیٰ کہ نرخ تین شلنگ فی پونڈ سے آٹھ شلنگ فی پونڈ چڑھ گیا۔ یہ حال دیکھ کر لارڈ میئر لنڈن کے زیر صدارت سوداگروں نے ایک مجلس منعقد کی۔ اور ۳۱ دسمبر 1600ء کو شاہی فرمان کے مطابق تیس ہزار پونڈ کے سرمایہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی۔ اس وقت ملکۂ الزبتھ نے جون مڈن ہال کو مغل اعظم کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر روانہ کیا۔ اُس نے مشرقی ممالک میں سات سال کا عرصہ گذارا اور دہلی جا کر بادشاہ سے تجارت کرنے کی اجازت حاصل کی۔ مگر جب پرتگیزوں نے نئے حریفوں کو تجارت کے میدان میں قدم رکھتے ہوئے دیکھا۔ تو اُنہوں نے کھلے بندوں ان کی مخالفت کرنا اپنا فرض خیال کیا۔ لیکن 1612ء میں سر ہنری مڈلٹن نے اُن سے لڑ کر سورت میں جہاں انگریزی تجارتی کوٹھی قائم ہو چکی تھی۔ تجارت کرنے کا حق حاصل کر لیا۔ اس کے بعد کپتان بلیسٹ نے چار معرکوں میں پرتگیزی بحری بیڑے کو شکست دے کر خلیج فارس میں ارموز بندرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ اور 1654ء میں کرامویل نے ان سے عہدنامہ کر کے ہندوستان میں تجارت کرنے کا مطالبہ منظور کروا لیا۔ جزائر شرق الہند ولندیزوں کی تجارت کا مرکز تھا۔ مصالح۔ سیاہ مرچ۔ لونگ وغیرہ کی تجارت اُن کے لئے بہت نفع رساں تھی۔ انگریز بھی ان جزیروں میں تجارت کے لئے بیقرار تھے۔ مگر ان کے قدم وہاں جمتے مشکل تھے۔ کیونکہ اس عرصہ میں ولندیزوں نے

وہاں اپنی بستیاں اور فوجی طاقت قائم کر لی ہوئی تھی۔ 1623ء میں انہوں نے دس انگریزوں کو پکڑ کر امبونیا کے مقام پر قتل کر دیا۔ اس جاں گداز واقعہ کی خبر سن کر انگریزوں کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور 30 سال کے بعد کرامویل نے بریڈا کے عہدنامہ کی رو سے انہیں مجبور کیا۔ کہ وہ نقصانات کے معاوضے میں 85 ہزار پونڈ ایسٹ انڈیا کمپنی اور 35 ہزار پونڈ مقتولوں کے وارثوں کو ادا کر دیں۔ اس واقعہ کے بعد انگریزوں نے اپنی تمامتر توجہ ہندوستان کی طرف منتقل کر دی۔ اور ان جزائر میں ولندیزوں کو بلا شرکت غیرے تجارت کرنے کا موقعہ دے دیا۔

1608ء میں کپتان ہاکنز جہانگیر کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور بادشاہ سے سورت میں کوٹھی کھولنے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے ہلکی شرائط پر انگریز تاجروں کو اندرون ملک میں تجارت کرنے کی اجازت عطا کر دی۔ اور انہوں نے 1612ء میں سورت کے مقام پر اپنی تجارتی کوٹھی کھول لی۔ بہت عرصہ تک یہ کوٹھی صدر مقام کا کام دیتی رہی۔ دو دفعہ شیواجی نے مسلمان حاجیوں کے مال و اسباب کو لوٹنے کیلئے اس پر حملہ کیا۔ اور بہت سا زر نقد اور مال و اسباب لے کر اپنے دارالخلافہ میں واپس لوٹ آیا۔ جس وقت بمبئی کا جزیرہ شاہ چارلس نے نام نہاد لگان پر کمپنی کے حوالے کر دیا۔ تو تمام تجارتی کاروبار اور دفاتر بمبئی میں منتقل ہو گئے۔ اور احمد آباد آگرہ۔ اجمیر اور برہان پور کی شاخیں اس سے ملحق ہونے کے باعث سورت کی ترقی ماند پڑ گئی۔ 1615ء میں سر طامس رو شاہ انگلستان کی طرف سے جہانگیر کے دربار میں بطور سفیر حاضر ہوا۔ اور آگرہ میں تین سال ٹھیر کر بادشاہ سے ہندوستان کے ساحلوں پر تجارت کرنے کی اجازت حاصل کی۔ اس نے سلطنت مغل اور بادشاہ کی ذاتی زندگی کے متعلق بہت دلچسپ اور پُر از معلومات حالات قلمبند کئے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے تاریخ کے طالب علم کو بہت سی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

سنہ 1616ء میں کمپنی نے مشرقی ساحل پر تجارت کا کام شروع کر دیا۔ اور سنہ 1622ء میں مسولی پٹم کے مقام پر اپنی کوٹھی قائم کی۔ سنہ 1639ء میں کمپنی نے راجا رام کے بھائی سے وہ جگہ نقد قیمت پر خریدی۔ جہاں آج کل شہر مدراس واقع ہے۔ اس جگہ کمپنی نے اپنے مقبوضات اور مال و اسباب کی حفاظت کے لئے قلعۂ سینٹ جارج کی بنیاد ڈالی۔ سنہ 1633ء میں بنگال میں بھی تجارتی کاروبار شروع کیا گیا۔ ڈاکٹر برٹن صوبہ دار بنگال کی شاہی ملازمت میں داخل تھا۔ اُس نے سنہ 1651ء میں دریائے ہُگلی کے کنارے کارخانہ کھولنے کی اجازت حاصل کی۔ اور جب اس کارخانہ کو بہت فروغ حاصل ہؤا۔ تو بہت جلدی پٹنہ۔ قاسم بازار اور دیگر بڑے امصار و قصبات میں بھی کوٹھیاں بنائی گئیں *

سنہ 1661ء میں چارلس ثانی شاہ انگلستان کی شادی ملکۂ کیتھرائن دختر شاہ پرتگال سے قرار پائی۔ اُس نے بمبئی کا جزیرہ اپنی لڑکی کو جہیز میں عطا کیا۔ جسے بادشاہ نے چھ سال کے بعد سنہ 1668ء میں کمپنی کو دس پونڈ سالانہ لگان پر دے دیا۔ اس طرح بمبئی۔ مدراس اور کلکتہ میں انگریزوں کے پاؤں اچھی طرح جم گئے *

شروع شروع میں ان تاجروں کو بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ اس زمانہ میں انگریزوں کے علاوہ فرانسیسی پرتگیز اور ولندیز بھی ہندوستان میں تجارت کر رہے تھے۔ جو ان کی تباہی کے لئے جائز و ناجائز وسائل اختیار کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ ان میں سے پرتگیز اور ولندیز تو مطیع ہو چکے تھے مگر فرانسیسی ابھی تک زبردست تھے۔ اُنہوں نے شاہ لوئیس چہاردہم کے عہد میں ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کر کے ہندوستان میں اپنی کوٹھیاں قائم کر لی ہوئی تھیں۔ جن میں سے مغربی ساحل پر سورت اور مشرقی ساحل پر مسولی پٹم بڑی مشہور تھیں۔ سنہ 1674ء میں اُنہوں نے مدراس کے متصل پانڈی چری اپنا صدر مقام مقرر کیا اور بنگال

میں انگریزوں کے مقابلے میں چندر نگر کے مقام پر ایک اور نئی کوٹھی کھول دی۔ اُس وقت سلطنت مغلیہ تباہ ہو چکی تھی۔ اور شاہی صوبہ دار خود مختار ہو چکے تھے چنانچہ حیدر آباد دکن میں نظام الملک۔ بنگال میں علی ویردی خاں۔ اور اودھ میں وزیر مطلق العنان حیثیت سے راج کرتے تھے۔ اُنھوں نے ان اجنبیوں کی روز افزوں طاقت کو دیکھ کر اُنہیں دق کرنا شروع کیا۔ چنانچہ مسولی پٹم اور وزیگا پٹم کی کوٹھیاں تباہ کر دیں۔ اور بنگال میں اورنگ زیب شہنشاہ ہند کے صوبہ دار نے اُن پر گراں قدر شرح محصول لگا کر کئی کوٹھیوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ حال دیکھ کر سر جان چائلڈ گورنر بمبئی نے 1686ء میں صوبہ دار سے مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ مگر اُن کی طاقت بہت کم تھی۔ صوبہ دار نے زور پکڑ کر ان کو ملک سے باہر نکال دیا۔ لیکن بادشاہ نے جب اپنی محصول کی مد میں آمدنی کی کمی دیکھی۔ تو دوبارہ اُس نے اُن کو واپس بلا کر وہ جگہ مفت عطا کی۔ جہاں آج کل کلکتہ آباد ہے۔ اور انگریزوں نے اپنے کارخانہ کی حفاظت کے لئے یہاں 1696ء میں فورٹ ولیم کی بنیاد رکھی۔ اگرچہ فرمان شاہی کے مطابق کمپنی کے سوا اور کوئی انگریز تاجر ہندوستان میں تجارت نہیں کر سکتا تھا۔ مگر پھر بھی کئی اشخاص قانون کی پروا نہ کرتے ہوئے تجارت سے باز نہیں آتے تھے۔ اُنھوں نے پُرانی کمپنی کے مقابلے میں اپنی نئی کمپنی قائم کر لی اور انگلستان کے وزیر خزانہ کو 20 لاکھ روپے قرض دے کر شاہی فرمان حاصل کر لیا۔ اب وہ کھلے بند تجارت کرنے لگے۔ اور بعض اوقات اپنے ذاتی مفاد کو مد نظر رکھ کر اپنے رقیبوں سے لڑنے جھگڑنے کے لئے بھی تیار رہنے لگے۔ ایسے حالات میں ترقی کی امید رکھنا فضول تھا۔ آخر منتظمین نے اس خرابی کے سرچشمہ کو بند کرنے کے لئے 1706ء میں دونوں کمپنیوں کو متحد کر کے متحدہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی۔ جس نے 3200000 پونڈ کی رقم پانچ فیصدی شرح پر قرض دے کر مشرقی ممالک میں

تجارت کرنے کی اجازت حاصل کی ٭

سر طامس رُو نے کمپنی کے منتظمین کو یہ صلاح دی تھی - کہ وہ ہندوستان میں صرف تجارت کی طرف خیال رکھیں - مگر اب جب اس قسم کے حالات پیش آئے کہ اُن کے مقبوضات اور جان و مال کی سلامتی خطرے میں پڑ گئی - تو اُنہیں اپنی حکمت عملی تبدیلی کرنی پڑی - چنانچہ سنہ 1667ء سے اُنہوں نے تجارت کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں اپنی وسیع اور مضبوط سلطنت قائم کرنے کے لئے اپنی جنگی طاقت بڑھانی شروع کی - اور اپنے محدود علاقہ میں امن وامان قائم رکھنے کے لئے فوجی سپاہیوں کی بھرتی - اور جنگی جہازوں کی موجودگی لازمی قرار دی گئی - اس کے علاوہ گورنر کو دیسی راجاؤں اور والیان ریاست سے رابطہ اتحاد بڑھانے کے لئے عہدنامے کرنے کی اجازت دی گئی ٭

سنہ 1741ء میں ڈوپلے فرانسیسی مقبوضات کا گورنر مقرر ہو کر پانڈی چری آیا - یہ شخص بڑا صاحب حوصلہ اور مدبّر تھا - اُس نے ہندوستان میں آتے ہی ہل چل مچا دی - فرانسیسی سلطنت قائم کرنا اُس کا انتہائی مقصود تھا - اس غرض کے لئے اُس نے دیسی ریاستوں کے معاملات میں بیجا مداخلت کرنی شروع کی اور اپنی فوج میں دیسی سپاہیوں کو جنگی تربیت دے کر بھرتی کر لیا - جس وقت یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان جنگ شروع ہوا - تو اُس نے لارڈ بونے حاکم ماریشش کو سنہ 1746ء میں بلا کر مدراس پر قبضہ کر لیا - اور نواب کرناٹک (انورالدین) کے اصرار کے باوجود واپس کرنے سے انکار کر دیا - جس پر سنہ 1752ء میں نواب اور فرانسیسیوں کے درمیان سینٹ تھوم کے مقام پر لڑائی ہوئی - اور نواب کو شکست ہوئی - اس فتح سے ڈوپلے کے حوصلے دوچند بڑھ گئے - اور اُس نے کرناٹک کی دوسری لڑائی میں انگریزوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی دقیقہ

فروگذاشت نہیں کیا۔ ۱۷۴۸ء میں جب بوڑھا نظام الملک مرگیا۔ تو تخت کے دو دعویدار پیدا ہو گئے۔ ڈوپلے نے ایک فریق کی حمایت کر کے مظفر جنگ کو تخت نشین کیا۔ انہی ایام میں کرناٹک کی صوبہ داری کا بھی تنازع شروع ہو گیا۔ انورالدین کی وفات پر اس کا بیٹا محمد علی تاج و تخت کا وارث تھا۔ مگر پہلے صوبہ دار کا ایک رشتہ دار چندا صاحب نامی جو اس وقت مرہٹوں کی قید میں تھا۔ تخت کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ اُس نے بھی اپنے حقوق کے لئے فرانسیسی گورنر سے مدد مانگی۔ وہ تو آگے ہی اس دن کا منتظر تھا۔ دکن میں فرانسیسی اقتدار بڑھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ انگریزوں نے جب ڈوپلے کی نقصان دہ حکمت عملی کو دیکھا۔ تو اُنہوں نے نواب محمد علی کو نواب کرناٹک اور ناصر جنگ کو نظام حیدر آباد تسلیم کر کے فرانسیسیوں سے جنگ شروع کر دی۔ شروع شروع میں تو انگریزوں کے ساتھیوں کو کئی ہزیمتیں اُٹھانی پڑیں۔ مگر بعد میں کلایو نے اُس وقت محرری چھوڑ کر فوج میں بھرتی ہو چکا تھا۔ اپنی قدرتی بہادری اور دور اندیشی کی بدولت دشمنوں کے چھکے چھڑا دیئے اُس نے جب کہ محمد علی ترچنا پلی کے قلعہ میں محصور تھا۔ تھوڑی سی انگریزی اور دیسی فوج کے ساتھ چندا صاحب کے دارالخلافہ ارکاٹ کو فتح کر لیا۔ اور سات ہفتے تک دشمن کی دس ہزار فوج سے مقابلہ کرتا رہا۔ اس اثنا میں لارنس اور کلایو نے ترچنا پلی کے محصورین کی امداد کر کے چندا صاحب کو سری رنگھم کے مقام پر گھیر لیا۔ اُس نے اطاعت قبول کر لی اور تھوڑا عرصہ بعد قتل ہوا۔

مظفر جنگ کو اس کی فوج کے کسی آدمی نے قتل کر دیا۔ ڈوپلے نے اُس کے چھوٹے بھائی صلابت جنگ کو نظام کا لقب دے کر تخت نشین کیا۔ انگریزی فوج نے فرانسیسیوں کو بھورا اور چنگل پیٹ کے مقام پر شکست دی۔ مگر ڈوپلے نے ہمت نہ ہاری۔ اور قلیل عرصہ میں اپنے نقصانات کو پورا کر لیا۔ آخر جب صلح

کا موقع آیا۔ نوڈوپلے نے اپنے آپ کو کرناٹک کا نواب تسلیم کروانا چاہا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے منتظمین اس شرط کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھے۔ اُنہوں نے براہ راست فرانسیسی حکومت کو پیرس میں لکھا۔ کارپردازان نے ڈوپلے کی حکمت عملی کو ناپسند کر کے اُسے واپس اپنے ملک میں بلا لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ حیدرآباد اور کرناٹک میں انگریزی اقتدار بڑھ گیا اور فرانسیسی طاقت کو زوال آ گیا ؂

ڈوپلے کے بعد کونٹ لالی ہندی مقبوضات کا گورنر مقرر ہؤا۔ اُس کے عہد میں جنگ ہفت سالہ یورپ میں شروع ہوئی۔ حکومت فرانس انگریزوں کے خلاف لڑ رہی تھی۔ لالی نے اس سُنہری موقعہ سے فائدہ اُٹھانے کے لئے سینٹ ڈیوڈ پر قبضہ کر کے فرانسیسی جرنیل بوسے کو حیدرآباد سے مدد کے لئے بلایا۔ مگر اس کارروائی کے کرنے میں وہ بڑی بھاری سیاسی غلطی کا مرتکب ہؤا۔ اگر بوسے حیدرآباد میں رہتا۔ تو وہ اپنے رسوخ سے لالی کی آدمیوں اور پیسوں سے امداد کرتا۔ مگر اس کی غیرحاضری میں فرانسیسی رسوخ جاتا رہا۔ اسی عرصہ میں وزیگاپٹم کا راجہ فرانسیسوں سے ناراض ہو کر انگریزوں سے مل گیا۔ اور شمالی سرکار فرانسیسوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ یہ حال دیکھ کر صلابت جنگ نے بھی فرانسیسوں سے کنارہ کشی کرنے میں مصلحت سمجھی اور انگریزوں سے مل کر اُنہیں وندواش کے معرکے میں شکست فاش دی۔ اتنے میں دونو اقوام کے درمیان پیرس کے مقام پر صلح ہو گئی۔ جس کی رُو سے پانڈی چری اور دیگر مقبوضات فرانسیسوں کو واپس کر دئے گئے۔ مگر اُن کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے زوال آ گیا ٭



Dupleix.



Lord Clive.

نویں فصل

شمالی ہند میں انگریزی اقتدار

پیچھے ذکر آچکا ہے۔ کہ سلطنت مغلیہ کی کمزوری کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے کئی صوبہ داروں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک علی وردیخاں تھا۔ جس نے بنگال میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ یہ شخص بڑا دور اندیش تھا۔ اپنے محاصل کی ترقی کے لئے ہمیشہ انگریز تاجروں کی غور پر داخت کرتا رہتا تھا۔ مگر جب اُس کی وفات پر اُس کا پوتا سراج الدولہ نواب بنگال مقرر ہوا۔ تو اُن کے تعلقات خراب ہو گئے۔ نوجوان نواب انگریزوں کو ملک سے باہر نکالنے کے درپے تھا۔ اُس نے معمولی سی بات پر کلکتہ پر قاسم بازار کی کوٹھی لوٹ لی اور کلکتہ پر چڑھائی کر دی۔ اُس کے نوکروں نے انگریز قیدیوں کو سخت اذیتیں پہنچائیں۔ اور بلیک ہول جیسا جاں گداز واقعہ پیش ہوا۔ جس کی خبر سنتے ہی کلائیو ۹۰۰ انگریزی اور ۱۵۰۰ دیسی سپاہیوں سمیت مدراس سے روانہ ہوا اور دسمبر 1756ء میں ہگلی آپہنچا۔ اُس نے آتے ہی پہلے بج بج لیا۔ پھر دم دم پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک ہفتہ کے بعد 2 جنوری 1757ء کو کلکتہ فتح کر لیا۔ نواب نے کلائیو کی شہرت پہلے ہی سے سُن رکھی تھی۔ یہ فتوحات دیکھ کر صلح کے لئے ملتجی ہوا۔ چنانچہ اُسی وقت عہد نامہ تیار کیا گیا۔ جس کی رُو سے

اُس نے انگریزوں کے تمام نقصانات پورے کر دئے اور آئندہ کے لئے اقرار کیا کہ جنگ میں انگریزوں کے دشمنوں کے خلاف اُن کی مدد کرے گا ؂

اس عہدنامہ کی رُو سے کلائیو نے جنگ کرناٹک میں نواب سے مدد مانگی۔ مگر اُس نے لیت ولعل میں وقت کاٹ دیا۔ اور درپردہ فرانسیسوں سے امداد کا خواہاں ہوا۔ کلائیو نے اس دورنگی کو دیکھ کر میر جعفر سپہ سالار افواج نواب سے جو بنات خود بنگالے کی نوابی کے لئے ازحد خواہاں تھا۔ خط وکتابت شروع کی۔ اور یہ فیصلہ کیا۔ کہ اگر میر جعفر نواب کے خلاف انگریزوں کی مدد کرے گا۔ تو اُسے بنگالے کا نواب تسلیم کیا جائے گا۔ اس موقعہ پر اوما چند بنگالی نے جو نواب اور انگریزوں کے درمیان کارو بار بھگتایا کرتا تھا کہا کہ اگر تم مجھے بیس لاکھ روپیہ ادا نہ کرو گے۔ تو میں سارا بھانڈا نواب کے سامنے جاکر پھوڑ دوں گا۔ یہ سُن کر سب کے ہوش اُڑے۔ مگر کلائیو نے ایک جعلی کاغذ پر اس مطالبے کا ذکر کر دیا۔ جب سب امورات طے ہو چکے۔ تو کلائیو قاسم بازار پر چڑھ آیا۔ سراج الدولہ ستر ہزار فوج لے کر پلاسی کی طرف بڑھا۔ اگرچہ کلائیو کے باقی ساتھی جنگ کے خلاف تھے۔ مگر اُس نے ہمت مرداں مدد خدا کے مقولے پر عمل کرتے ہوئے لڑائی شروع کر دی۔ نواب کا جرنیل میر مدن میدان میں کام آیا اور نواب مرشد آباد کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں راستے میں گرفتار ہو کر میر جعفر کے بیٹے کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ جنگ کے بعد میر جعفر بنگالے کا نواب بنایا گیا۔ اُس نے چوبیس پرگنے کا علاقہ کمپنی کو عطا کیا اور گراں قدر رقوم کلائیو اور اُس کے دیگر ہمراہیوں کو نقصانات کے معاوضے میں ادا کیں۔ اس واقعہ نے انگریزوں کو حقیقی معنوں میں بنگال کا مالک بنا دیا۔ اور میر جعفر کلائیو کے ہاتھ میں کٹ پُتلی کی طرح ناچنے لگا۔ میر جعفر بڑا سست اور آرام طلب حاکم تھا۔ اُس نے خزانے کا سارا

روپیہ برباد کر دیا تھا۔ لوگ محصول اور مالیہ کی زیادتی سے نالاں تھے۔ سپاہی اپنی تنخواہ کے لئے بے قرار تھے۔ زمیندار محاصل زمین ادا کرتے کرتے تنگ آ گئے کمپنی کے آئے دن کے تقاضات سے تنگ آ کر اُس نے اپنے داماد میر قاسم کو حساب فہمی کے لئے کلکتہ روانہ کیا۔ مگر اُس کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی۔ جب اُس نے دیکھا کہ اُس کا داماد اپنے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ اُس نے اقرار کیا کہ اگر اُسے میر جعفر کی بجائے بنگالے کا نواب بنایا جائے۔ تو وہ قرضہ کے علاوہ میدنی پور۔ چٹاگانگ اور بردوان کے اضلاع انگریزوں کے حوالے کر دے گا۔ انگریزوں نے ان شرائط کو منظور کر لیا۔ اور وہ نواب بنگالہ تسلیم کیا گیا۔

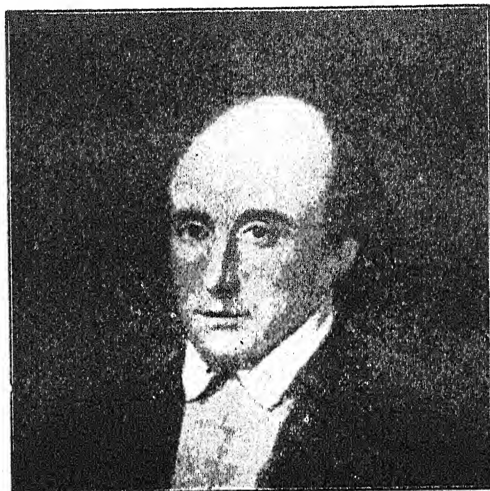
میر قاسم بڑا مدبر شخص تھا۔ اُس نے حکومت کی تمام خرابیوں کے دور کرنے کی کوشش کی۔ اور اپنی فوج کو جنگی تربیت دے کر قواعددان بنا لیا۔ لیکن نمک کے محصول پر کمپنی اور اُس کے درمیان ناچاقی ہو گئی۔ اور اُس نے پٹنہ میں جتنے انگریز موجود تھے سب کو قتل کروا دیا۔ حکومت کلکتہ نے اس واقعہ کی پاداش میں اُسے تخت سے معزول کر کے 72 سالہ بوڑھے میر جعفر کو دوبارہ تخت نشین کیا۔ میر قاسم نے شاہ عالم مغل بادشاہ اور نواب اودھ سے مدد مانگ کر بکسر کے مقام پر انگریزوں کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا کر بھاگ گیا انہی ایام میں کلائیو بھی ولایت سے واپس آ گیا۔ الہ آباد کے مقام پر مفتوحین نے صلح کے لئے درخواست کی۔ فوراً عہدنامہ مرتب کیا گیا۔ جس کے مطابق شاہ عالم نے بنگال۔ بہار۔ اوڑیسہ کی دیوانی انگریزوں کے حوالے کر دی۔ اور انہوں نے 26 لاکھ روپیہ سالانہ بحیثیت شاہنشاہی بادشاہ کو ادا کرنے کا اقرار کیا۔

اس عہدنامے سے بنگال میں دوعملی حکومت رائج ہو گئی۔ فوجداری معاملات

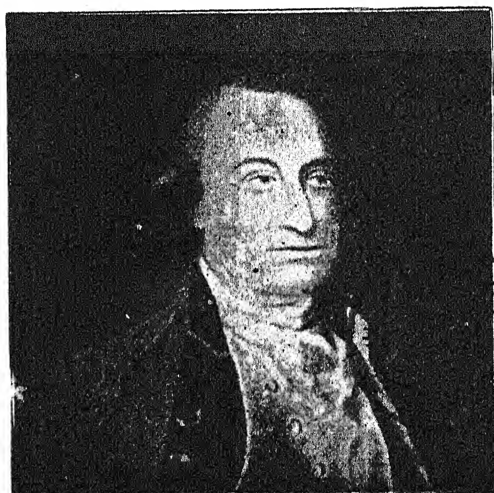
اور محکمۂ امن و امان کا انتظام نواب کے سپرد تھا۔ اور مالیہ وصول کرنے کے انگریز ذمّہ دار تھے۔ مگر کلائو کے چلے جانے کے بعد دو عملی حکومت نے بنگال میں غضب ڈھایا۔ نواب اور کمپنی کے ملازمین نے اپنے ذاتی مفاد کو ترجیح دی۔ اُسی زمانے میں بنگال میں سخت قحط نمودار ہوا۔ جس سے آبادی کا ایک تہائی حصّہ غارت ہو گیا اور کمپنی کی آمدنی کو بھی سخت دھکا لگا۔ یہ حالت دیکھ کر پارلیمنٹ نے 1773ء میں ریگولیٹنگ ایکٹ منظور کیا۔ جس کی رو سے بنگال کا گورنر ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہوا۔ اور اُس کی مدد کے لئے ایک کونسل قائم کی گئی۔ جو چار میمبروں پر مشتمل تھی ٭

اس قانون کے مطابق وارن ہیسٹنگز ہندوستان کا پہلا گورنر جنرل مقرر ہوا اور مدراس اور بمبئی کے گورنر اُس کے ماتحت کئے گئے۔ اُس کے عہد میں گورنمنٹ بمبئی نے سالسٹ اور بسین کے جزیروں کو حاصل کرنے کے لئے گورنر جنرل کی منظوری کے بغیر رگھوبا سے عہدنامہ کر لیا۔ اور اُس کی مدد کے لئے انگریزی فوج روانہ کر دی۔ مگر ورگام کے مقام پر اُس کو شرمناک صلح کرنی پڑی وارن ہیسٹنگز نے اس بے عزّتی کو دور کرنے کے لئے کلکتہ سے جرنیل گوڈارڈ کو فوج دے کر روانہ کیا۔ جس نے مرہٹوں کو سلبائی کے مقام پر شکست دے کر پچھلے دھبہ کو دور کیا۔ اور سالسٹ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا ٭

نانا فرنویس کے مرنے کے بعد مرہٹہ سرداروں میں نااتفاقی کی آگ بھڑک اُٹھی۔ سیندھیا اور ہلکر دونو نے اپنی جنگی طاقت مستحکم کر لی۔ پیشوا ہلکر سے ڈر کر بسین بھاگ گیا اور انگریزوں کی پناہ میں آ گیا۔ لارڈ ولزلی گورنر جنرل ہند نے سب سڈی ایری سسٹم کے مطابق 1802ء میں عہدنامہ بسین مرتب کیا۔ جس کے رُو سے پیشوا نے باقی مرہٹہ والیان ریاست سے تعلق چھوڑ



Warren Hastings.



Lord Cornwallis.

دیا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع سندھیا اور بھونسلا کو ملی۔ تو اُن کے غصّے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ فوراً لڑائی کا اعلان کر دیا۔ مگر کرنیل آرتھر ولزلی نے اسئی کے مقام پر دونو مشترکہ فوجوں کو شکست دی۔ اور دوسرے انگریزی سپہ سالاروں نے لاہور۔ دہلی اور مختلف مقامات پر مرہٹوں سے مقابلہ کیا۔ آخر ارجن گاؤں اور دیوگاؤں کے مقام پر بھونسلا اور سیندھیا سے صلح ہو گئی۔ اور انھوں نے عہدنامہ بسین کی شرائط کو قبول کر لیا ؂

مرہٹوں کی دوسری لڑائی میں ہلکر نے سندھیا اور بھونسلا کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ بلکہ وہ اس عرصہ میں انگریزوں کے زیر سایہ راجپوتانہ کے راجگان کو لوٹتا رہا تھا۔ جب لارڈ ولزلی سندھیا سے نپٹ چکا۔ تو اُس کی طرف متوجہ ہوا اُس نے کرنیل ولزلی کو دکن میں۔ مری کو گجرات اور لیک کو ہندوستان میں مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ جنھوں نے ہلکر کو سخت مجبور کیا۔ مگر کمپنی کے منتظمین نے لارڈ ولزلی کی حکمت عملی کو پسند نہ کیا اور اُسے واپس انگلستان بلا لیا۔ جس سے ہلکر کو اپنے مقبوضات محفوظ رکھنے کا سنہری موقعہ ہاتھ آ گیا ؂

ہلکر کی روزافزوں طاقت کو دیکھ کر باقی مرہٹہ سردار بھی عہدنامۂ بسین کی شرائط سے تنگ آ گئے۔ اور اُنھوں نے خود مختار ہونے کی دل میں ٹھان لی۔ ترمبکاجی پیشوا کے منظور نظر درباری نے گائیکوار بڑودہ کے وزیر کو قتل کر دیا۔ انگریزوں نے مہاراجہ بڑودہ کی طرف سے قاتل کی گرفتاری کے لئے پیشوا کو لکھا۔ اُس نے ترمبکاجی کو اُن کے حوالے کر دیا۔ مگر وہ جیل خانے سے آنکھ بچا کر فرار ہو گیا۔ اس فراری میں پیشوا کا ہاتھ خیال کیا گیا۔ اُس نے باقی مرہٹہ سرداروں کو اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے بلایا۔ مگر پیشتر اس کے باقی سردار اُس کے ساتھ شریک ہوں۔ انگریزوں نے اُس کو کھڑکی اور اشٹی کے مقامات پر

شکستیں دیں۔ آپا صاحب بھونسلا جس نے ناگپور کے حقیقی وارث کو قتل کر کے ملک پر قبضہ کر لیا ہُوا تھا۔ ناگپور کے مقام پر سامنے آیا۔ مگر شکست کھا کر واپس ہٹ گیا۔ اسی طرح ہلکر کو مہدپور کے مقام پر شکست ہوئی۔ اور سیندھیا خوف زدہ ہو کر خاموش بیٹھا رہا۔ اس جنگ کا نتیجہ یہ ہؤا کہ مرہٹہ سرداروں کا جتھا ٹوٹ گیا اور آئندہ کے لئے ہندوستان کی بادشاہت ان کے ہاتھ سے نکل کر انگریزوں کے تحت میں آ گئی۔ گورنر جنرل ہیسٹنگز نے پیشوا کو تخت سے اُتار کر اُس کے مقبوضات کو سلطنت انگلشیہ میں شامل کر لیا اور احاطہ بمبئی کی بنیاد رکھ دی ؛

جنوبی ہندوستان میں حیدر علی نے مہاراجہ میسور کو پنشن دے کر سلطان کا لقب اختیار کر لیا تھا۔ اُس کی روز افزوں طاقت کو دیکھ کر مرہٹوں اور نظام کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اُنھوں نے باہم مل کر حکومت مدراس کو اپنا شریک بنا لیا۔ مگر عہدنامہ مدراس کی رُو سے انگریزوں اور حیدر علی کے درمیان صلح ہوگئی مگر جب اُنہوں نے جنگ کرناٹک میں ماہی پر قبضہ کر لیا۔ تو اُس نے اُن کو لکھا کہ ماہی چونکہ اُس کی عملداری میں واقع ہے۔ اس لئے اس پر قبضہ کرنا عہدنامہ مدراس کی شرائط کی خلاف ورزی ہے۔ انگریز اُس وقت اضلاع متحدہ امریکہ کی جنگ آزادی میں پھنسے ہوئے تھے۔ اُس نے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر انگریزوں کے خلاف جنگ کا اعلان کر کے کرناٹک کو تہ وبالا کر دیا۔ اور کرنیل بیلی کو پلّور کے مقام پر شکست دی۔ وارن ہیسٹنگز نے آئرکوٹ کو سمندر کی راہ اور پیرس کو خشکی کے راستے فوجیں دے کر روانہ کیا۔ اور اوّل الذکر نے حیدر علی کو پورٹ نووو کے مقام پر شکست دے کر ارنیٔ کے مقام پر ڈیرے ڈال دئے۔ اس مقام پر فرانسیسی بھی حیدر علی کی مدد کر رہے تھے۔ مگر کوٹ بڑا بہادر اور تجربہ کار جرنیل تھا۔ اُس نے دونو کو شکست فاش دی۔ اس اثنا میں حیدر علی مر گیا۔ مگر اُس کے لڑکے



Haider Ali.



Sultan Tippu.

سلطان ٹیپو نے لڑائی کو بدستور جاری رکھا۔ اور بنگلور پر قبضہ کر لیا۔ انگریزی فوج سلطان کے دارالخلافہ سرنگا پٹم کے فتح کرنے کے لئے کوچ کر رہی تھی کہ اتنے میں حکومت مدراس نے صلح کے لئے درخواست کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین نے فتوحات سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ اور سلطان ٹیپو کی طاقت پہلے کی نسبت بڑھ گئی۔

لارڈ کارنوالس کے عہد میں سلطان ٹیپو نے راجہ ٹراونکور پر حملہ کیا جو انگریزوں کا طرفدار تھا۔ اس لئے گورنر جنرل نے مرہٹوں اور نظام کو متحد کر کے سلطان پر حملہ کر دیا۔ اور پہلے اُسے آری کرا پر شکست دے کر بنگلور پر قبضہ کر لیا۔ اور بعد میں سرینگا پٹم کا محاصرہ کر لیا۔ ٹیپو نے مجبور ہو کر گورنر جنرل کو صلح کے لئے لکھا۔ اور عہدنامہ سرینگا پٹم کی رو سے اخراجات جنگ کے عوض آدھی سے زیادہ مملکت اُس کے حوالے کی۔ اور آئندہ کے لئے اپنے دو بیٹے بطور یرغمال اُس کے پاس بھیج دئے۔ جنگ میں اس ناکامیابی کو دیکھ کر ٹیپو سے رہا نہ گیا۔ اُس نے فرانسیسوں سے سازباز کرنا شروع کر دیا۔ یہ زمانہ نپولین بوناپارٹ شاہ فرانس کی فتوحات کا زمانہ تھا۔ وہ مدّت سے مشرقی ممالک پر دانت پیس رہا تھا۔ خوش قسمتی سے لارڈ ولزلی جیسا مدبّر اور منتظم ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا تھا۔ سر جان شور کی حکمت عملی کی وجہ سے نظام بھی انگریزوں سے ناراض تھا اُس نے پہلے اس سے دوستانہ تعلقات پیدا کر کے سلطان کو سب سڈی ایری سسٹم کی قبولیّت کے لئے لکھا۔ مگر سلطان نے دوٹوک جواب دیا۔ جس پر میسور کی چوتھی لڑائی کا آغاز ہوا۔ جنرل ہیرس مدراس اور جنرل سٹوارٹ بمبئی کی طرف سے سرینگا پٹم کی طرف روانہ ہوئے۔ سلطان نے دونو کو متحد ہونے سے باز رکھنے کے لئے بڑی کوشش کی۔ اور پہلے سٹوارٹ کی فوج پر حملہ کیا لیکن سدا سیر

کے مقام پر شکست کھا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے بعد اُس نے ہیرس سے مقابلہ کیا۔ مگر ملاولی کے مقام پر دوبارہ اُسے شکست ہوئی۔ آخر دو نو فوجیں فتح کے نشے میں سرشار ہو کر سرینگا پٹم پر جا پہنچیں۔ سلطان نے بار بار صلح کرنا ہتک خیال کیا اور قلعہ کے دروازے کھول کر تلوار ہاتھ میں لئے میدان میں آگرجا۔ مگر انگریزوں کی قسمت یاور تھی۔ سلطان لڑتا لڑتا میدان میں کام آیا۔ اور ۱۷۶۶ء سے لے کر ۱۷۹۹ء تک یعنی تینتیس سال کی لمبی جدوجہد کے بعد جنوبی ہندوستان میں انگریزوں کی سلطنت مستحکم ہو گئی ؎

سلطان کی وفات کے بعد اُس کے بیٹوں کو حق وراثت سے بے دخل کیا گیا۔ اور میسور کی ریاست میں اُسی ہندو خاندان کا راجہ جس کے بزرگوں کو حیدر علی نے تخت سے اُتار دیا تھا۔ حکمران بنایا گیا۔ اور باقی علاقے سلطنت انگلشیہ میں شامل کر کے موجودہ احاطہ مدراس کی بنیاد رکھی گئی ؎

× لارڈ ہیسٹنگز کے عہد میں انگریزوں کا گورکھوں سے جنگ عظیم ہوا۔ جس کے خاتمے پر کماؤں کی قسمت اور ترائی کا علاقہ انگریزی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ جب اُس نے شمالی ہندوستان میں راجپوتانے اور اودھ سے لے کر دریائے جمنا تک انگریزی اقتدار قائم کر لیا۔ تو اُس کے جانشین لارڈ ایمہرسٹ کو برہما کی لڑائی میں پھنسنا پڑا۔ اُس وقت انگریز تاجر برہما میں تجارت کا کام کرتے تھے۔ ان کو جب حکومت برہما کی طرف سے بہت سی تکالیف پہنچیں تو اُنہوں نے گورنر جنرل سے مدد مانگی۔ حکومت ہند نے ان کی تلافی کے لئے شاہ برہما کو لکھا۔ تو اُس نے بنگال کے نزدیک چند جزائر کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے اپنے سپہ سالار کو گورنر جنرل کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ دوسری طرف سے انگریزی فوج کا ایک حصہ خشکی کے راستے اُس کو تادیب دینے کے لئے روانہ



Ranjit Singh



Dost Mohammed.

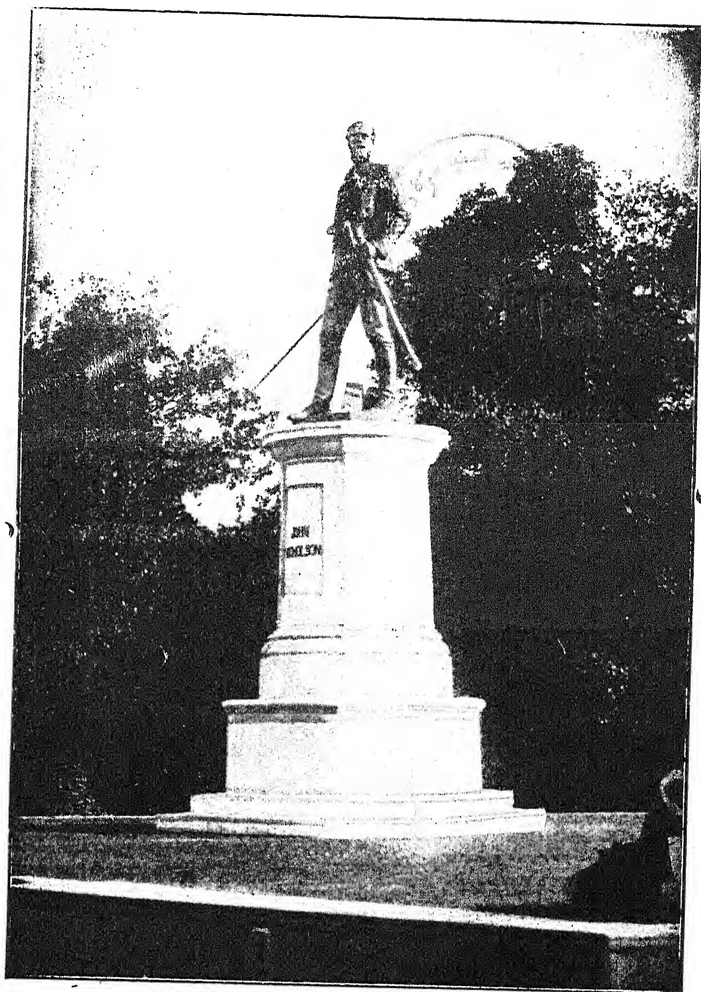
ہؤا۔ اور آتے ہی آسام اور منی پور پر قبضہ کر لیا۔ دوسرا دستہ جہازوں کے ذریعے رنگون پہنچا۔ اُس نے سپہ سالار بندولا کو ماہا کے مقام پر شکست دے کر پیگو کو فتح کر لیا۔ سپہ سالار تو میدان میں کام آیا۔ اور انگریزوں نے آسام اراکان اور رتنا سرم کو سلطنت ہند سے ملحق کر لیا ؎

لارڈ ڈلہوزی کے زمانے میں پھر شاہ برہما سے دوبارہ چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی۔ انگریزی فوج نے رنگون۔ پرومم اور بسین کو فتح کر کے پیگو پر قبضہ کر لیا۔ اور جنوبی برہما کا صوبہ انگریزوں کی عملداری میں شامل ہو گیا۔ اس واقعہ کے پچاس سال بعد شاہ برہما نے فرانسیسوں سے میل جول پیدا کر کے انگریز تاجروں کو برہما سے باہر نکالنے کی حکمت عملی اختیار کی۔ لارڈ ڈفرن نے انگریزی فوج کو پیگو سے آگے بڑھنے کے لئے حکم دیا۔ جس نے چودہ دن کے اندر اندر مانڈلے کو فتح کر کے شاہ برہما کو مجبور کیا۔ کہ وہ اطاعت قبول کرے۔ روزمرہ کے خرخشے سے تنگ آکر گورنر جنرل نے فیصلہ کیا۔ کہ شاہ تھیبا اور اُس کے بیٹے پوتوں کو جلاوطن کر کے ہندوستان میں بھیج دیا جائے۔ اور شمالی برہما کو سلطنت ہند کا ایک نیا صوبہ بنایا جائے ؎

برہما کی پہلی لڑائی کے بعد صرف پنجاب کا علاقہ رہتا تھا۔ جو خودمختار تھا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ماتحت تھا۔ لارڈ منٹو نے اس سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کے لئے میٹکاف کو بطور سفیر بھیجا تھا۔ جس کی قابل قدر کوششوں سے امرت سر کا عہدنامہ تیار ہؤا تھا۔ مہاراجہ بڑا دور اندیش اور معاملہ فہم تھا۔ اُس نے ساری عمر ان شرائط پر پابند رہنا اپنا فرض خیال کیا۔ اور دریائے ستلج کی سکھ ریاستوں پر جو انگریزوں کے زیر حفاظت تھیں کبھی یورش نہ کی لیکن جب مہاراجہ کا انتقال ہو گیا۔ تو ملک میں طوائف الملوکی کا نقشہ جم گیا۔ اور سکھ

فوج نے زبردستی دریائے ستلج کو عبور کر کے انگریزی علاقہ پر چڑھائی کر دی۔ اُس وقت لارڈ ہارڈنگ جیسا بہادر اور آزمودہ کار جرنیل گورنر جنرل تھا۔ اُس نے 1845ء میں سکھوں کو مدکی۔ فیروز پور۔ سبراؤں اور علی وال کے مقامات پر شکست دے کر مجبور کیا۔ کہ وہ لاہور کا عہدنامہ قبول کریں جس کی رُو سے سلطنت انگریزی کی حدود دریائے بیاس تک پہنچ گئی اور لاہور دربار کے صلاح و مشورہ کے لئے برٹش ریذیڈنٹ مقرر کیا گیا۔ مگر چار سال کے بعد ملتان میں صوبہ دار دیوان مول راج کے مستعفی ہوتے وقت دو انگریز افسر قتل ہو گئے۔ جس کے باعث بغاوت کی آگ سارے ملک میں بھڑک اُٹھی اور سکھ فوجیں باغی ہو گئیں۔ لفٹنٹ ایڈورڈ نے بہاول پور کی ریاستی فوج کی مدد سے دیوان مولراج کو پسپا کر کے قلعہ بند ہونے پر مجبور کیا۔ مگر چلیاں والہ کے مقام پر سکھوں نے بڑی سخت لڑائی لڑی۔ جس میں انگریزی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ انگریزی فوج یہاں سے نکل کر گجرات کے مقام پر صف آرا ہوئی۔ اور میدان میں بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ پچھلی ناکامی کی رُوسیاہی دور کر کے سکھوں پر فتح کامل حاصل کی۔

2۔ جنوری 1849ء کو ملتان کا قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ اور دیوان نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ گجرات کی لڑائی کے بعد سکھ سرداروں نے اپنی کمزوری کو محسوس کر کے ہتھیار ڈال دئے۔ اور لارڈ ڈلہوزی نے پنجاب کا الحاق کر کے اُس کا انتظام ایک بورڈ کے سپرد کیا۔ جس میں تین ممبر جان لارنس سر ہنری لارنس وغیرہ شامل تھے۔ اور اُنہوں نے پنجاب کا پہلا بندوبست کیا۔ تعلیم کی اشاعت کے لئے مدرسے قائم کئے۔ اور ملک میں عمدہ قوانین نافذ کر کے امن و امان قائم کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ 1857ء کے ہنگامۂ غدر میں جبکہ انگریزی



Statue of Lord Nicholson.

سلطنت معرض خطر میں تھی - پنجاب کی فوجوں نے جرنیل نکلسن کی ماتحتی میں دہلی کو فتح کر کے بچا لیا ۔

لارڈ ڈلہوزی اپنے عہد حکومت میں مسئلہ انقضا کی حکمت عملی پر کام کرتا رہا - جس کا یہ مطلب تھا - کہ اگر کسی ایسے علاقے کا حاکم جو انگریزی اقتدار کے باعث برسر حکومت آیا تھا لاولد مر جاتا تھا تو اُس کا تمام علاقہ سلطنت انگلشیہ سے ملحق کر لیا جاتا تھا - دیسی راجاؤں نے ہر چند متبنّے بنا کر اپنے حقوق ثابت کرنے چاہیے - مگر اُس نے ایک نہ مانی - کیونکہ اُس کی مسلمہ رائے تھی - کہ دیسی ریاستوں کے باشندے اُن فوائد اور مراعات سے محروم رہتے ہیں - جو برطانوی ہند کے باشندوں کو میسر ہیں - اُس نے جھانسی - ستارا - ناگپور اور کرناٹک کے علاقوں کو مسئلہ انقضا کی رُو سے اور اودھ کا ملک شاہ اودھ کی بدانتظامی کے باعث سلطنت انگریزی میں شامل کر لیا - مگر یہ الحاق کی پالیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی - کیونکہ 1857ء میں جب بنگال کے سپاہیوں نے شور برپا کیا - تو اُن کے ساتھ جھانسی کی رانی - بہادر شاہ مغل بادشاہ - اور کئی اشخاص شامل ہو گئے - اور دو سال تک ملک میں ابتری - قتل اور لوٹ کی وارداتیں ہوتی رہیں - جب یہ ہنگامہ فرو ہوا - اور ملک میں انگریزی اقتدار پھر قائم ہو گیا - تو ۴ - اگست 1858ء کو پارلیمنٹ نے فیصلہ کیا - کہ آیندہ کے لئے کمپنی کو حکومت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کیا جائے - چنانچہ یکم جنوری 1859ء کو ملکۂ معظمہ وکٹوریا نے ایک اعلان کے ذریعے ہندوستان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی - اور لارڈ کیننگ کو وائسرائے ہند مقرر کیا اُس نے اس اعلان کو ملک کی سب زبانوں میں ترجمہ کر کے شائع کیا ۔

دسویں فصل

پارلیمنٹ کی بتدریج مداخلت

ایسٹ انڈیا کمپنی ملکۂ الزبتھ کے شاہی فرمان کے مطابق معرض وجود میں آئی۔ اور ہندوستان میں تجارت کی ترقی کے لئے اپنی کوٹھیاں قائم کرتی گئی۔ جب تک اُس کے اختیارات صرف حلقہ تجارت تک محدود رہے۔ پارلیمنٹ نے اُس کے انتظام میں دخل نہ دیا۔ لیکن جب جنگ پلاسی اور بکسر نے کمپنی کے رتبہ کو تجارت سے فرمانروائی میں تبدیل کر دیا۔ تو پارلیمنٹ نے بھی اپنی توجہ کمپنی کے علاقہ اور کام کی طرف مبذول کی۔ کلائیو کے چلے جانے کے بعد دوعملی حکومت نے کمپنی کی مالی حیثیت پر بڑا اثر ڈالا۔ اور وہ مقروض ہو گئی۔ اُس نے پارلیمنٹ سے قرض حاصل کرنے کے لئے درخواست کی۔ جو وزیر اعظم نے اس شرط پر منظور کی۔ کہ آئندہ پارلیمنٹ کمپنی کے اعلےٰ انتظام کے لئے ایک قانون تیار کریگی۔ چنانچہ 1773ء میں ریگولیٹنگ ایکٹ منظور ہؤا۔ جس کی رُو سے بنگال کا گورنر تمام صوبوں کا گورنر جنرل مقرر ہؤا۔ اور اُس کی مدد کے چار ممبروں پر مشتمل ایک کونسل قائم کی گئی۔ جن کو اختیار دیا گیا۔ کہ وہ ہندوستان میں کمپنی کے دیگر مقبوضات کے کاروبار اور انتظام کی نگرانی کرے۔ اس کے علاوہ کلکتہ میں ایک عدالت عالیہ قائم کی گئی جو گورنر جنرل اور اُس کے ممبروں کی رائے لئے بغیر



Lord Canning.



Sir John Lawrence.

قانونی احکام صادر کر سکتی تھی ؎

ریگولیٹنگ ایکٹ کا اصلی مدعا پورا نہ ہوا۔ گورنر جنرل کو کونسل کے ارکان کی رائے پر بہت انحصار رکھنا پڑتا تھا۔ اس لئے مسٹر پٹ وزیر اعظم انگلستان نے سنہ 1784ء میں پارلیمنٹ سے پٹس انڈیا بل منظور کرا کر ملک میں نافذ کیا۔ جس کے بموجب چھ ممبروں پر مشتمل ایک مجلس انتظامیہ بنائی گئی۔ جس کا صدر وزرائے سلطنت میں سے ایک ہوتا تھا۔ یہ جماعت پارلیمنٹ کے روبرو اپنے فرائض کی جواب دہی کے لئے ذمہ دار تھی۔ دوسرے گورنر جنرل پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر کسی دیسی راجا یا نواب سے نہ تو صلح اور نہ ہی جنگ کا مجاز رکھتا تھا۔ تیسرے گورنر جنرل کی کونسل اور ڈائرکٹروں کے تمام مراسلات مجلس انتظامیہ کے دفتر میں بھیجے جانے لازمی قرار دیئے گئے ؎

الغرض اس قانون کی رُو سے ہندوستان کی فرمانروائی مجلس انتظامیہ کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اور سنہ 1858ء تک یہی مجلس ملک کی اصلی حکمراں رہی ؎

سنہ 1600ء سے لے کر سنہ 1813ء تک کمپنی ہندوستان کے ساتھ بلا شرکت غیرے تجارت کرتی رہی۔ لیکن ریگولیٹنگ ایکٹ کے اجرا کے وقت یہ قاعدہ مقرر کیا گیا تھا۔ کہ کمپنی ہر بیس سال کے بعد پہلے فرمان کی تجدید کرا لئے۔ جب لارڈ ولزلی کی شاندار فتوحات سے انگریزی مقبوضات کے رقبے میں بہت اضافہ ہوگیا تو ایسے حال میں کمپنی کے ملازمین صرف ایک ہی کام خوش اسلوبی سے کر سکتے تھے۔ یا تو وہ رعایا کے آرام اور انتظام کا خیال رکھیں یا تجارت کی ترقی کے لئے کوشش کریں۔ اس لئے پارلیمنٹ نے سنہ 1813ء میں یہ اجارہ توڑ دیا۔ اور اجازت دے دی۔ کہ ہر ایک انگریز بلا روک ٹوک ہندوستان میں تجارت کر سکتا ہے۔ لیکن اس سے برطانوی باشندوں کو چنداں فائدہ نصیب نہ ہوا۔

کیونکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاں دستور چلا آتا تھا۔ کہ کوئی فرنگستانی اُس کی اجازت بغیر ہندوستان میں آباد نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر 1833ء کے قانون کے مطابق ہر ایک انگریز کو ہندوستان میں سکونت اختیار کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس سے پیشتر چین میں تجارت کرنے کا حق صرف ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہی حاصل تھا۔ مگر انگلینڈ کے لوگوں نے پارلیمنٹ سے تجارت کرنے کی اجازت طلب کی۔ کمپنی کے ڈائرکٹروں نے اس امر کی سخت مخالفت کی۔ مگر پارلیمنٹ نے ہر ایک کو اجازت عطا کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ کمپنی کے ملازم رعایا کے آرام کی طرف زیادہ توجہ صرف کرنے لگے۔ اس کے علاوہ گورنر جنرل کی کونسل میں ایک قانونی ممبر بڑھایا گیا۔ جو وضع قوانین کی نگرانی کرتا تھا ؂

1853ء میں کمپنی کو نیا فرمان عطا ہؤا ہے۔ جس کے بموجب صوبہ بنگال کی حکومت ایک لفٹنٹ گورنر کے سپرد ہوئی۔ اور تمام ہند کی نگرانی گورنر جنرل کے ذمّے قرار پائی۔ اب تک تمام اعلےٰ افسران کمپنی کی طرف سے نامزد ہو کر آیا کرتے تھے۔ جو عموماً حصّہ داروں کے خویش و اقارب ہی ہؤا کرتے تھے۔ مگر اب سول سروس کے مقابلے کا امتحان انگلستان میں شروع ہؤا۔ جس میں بلا لحاظ مذہب و قومیّت ہر ایک شخص شامل ہو سکتا تھا۔ پیشتر ازیں ہندوستانیوں کے لئے ان اسامیوں کا دروازہ بند تھا۔ مگر اس قانون کے مطابق بہت سے ہندوستانیوں نے سول سروس کا اعلےٰ امتحان پاس کر کے اعلےٰ عہدوں کو حاصل کیا۔

1857ء میں غدر کا ہنگامہ برپا ہؤا۔ اور 1858ء میں پارلیمنٹ نے ایک نیا قانون پاس کیا۔ جس کی رُو سے اوّل ایسٹ انڈیا کمپنی کا دور دورہ ختم ہؤا۔ اور ہندوستان کی حکومت براہ راست تاج برطانیہ کی فرمانروائی میں منتقل ہو گئی۔ دوسرے مجلس انتظامیہ کی بجائے وزیر ہند کی کونسل قائم کی گئی۔ اور اُس

کا ممبر مجلس وزیر ہند مقرر ہوا۔ تیسرے گورنر جنرل نائب السلطنت ہونے کی وجہ سے وائسرائے کے لقب سے ملقب ہوا۔ چوتھے وائسرائے کی مدد کے لئے مجلس انتظامیہ اور مجلس وضع قوانین مقرر کی گئیں ؎

سنہ 1861ء کے ایکٹ کی رُو سے مجلس انتظامیہ میں کئی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ اور اس میں پانچویں ممبر کا اضافہ ہوا۔ نیز وائسرائے کو اختیار دیا گیا۔ کہ وہ ممبروں کے درمیان مختلف محکموں میں کام تقسیم کر کے سرکاری کام کے ختم کرنے کے لئے اصول اور آئین مرتب کرے۔ ملک میں قانون وضع کرنے کے لئے قانونی کونسل قائم ہوئی۔ جس میں مجلس انتظامیہ کے ممبر اور کچھ زاید ممبر شامل تھے۔ ان زاید ممبروں کی تعداد کم ازکم چھ اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہوتی تھی۔ ان کا کام صرف قانون کے بنانے تک ہی محدود تھا۔ یہ ممبر انتظامیہ مجلس کے کام میں دست اندازی نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ہر ایک بڑے صوبے میں علیحدہ علیحدہ قانونی کونسلیں قائم کی گئیں۔ جو صرف اپنے صوبے کے معاملات کے متعلق قانون پاس کر سکتی تھیں مگر ان کو منظوری کے لئے وائسرائے کی اجازت لینی پڑتی تھی ؎

سنہ 1892ء میں لارڈ لینسڈون کے عہد میں ہندوستانیوں کو قانونی کونسلوں میں حصہ لینے کے لئے ایک اور قدم اُٹھایا گیا۔ کیونکہ گورنمنٹ اپنے قوانین کے متعلق ہندوستانی نمایندوں کے ذریعے جمہور کی رائے سے کما حقہٗ واقفیت حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے اُس نے میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں مختلف یونیورسٹیوں اور بیوپار منڈلوں کو وائسرائے کی کونسل میں اپنے نمایندے منتخب کر کے بھیجنے کا حق عطا کیا۔ آج تک اس کونسل میں سب ممبر سرکار کی طرف نامزد ہوتے تھے مگر اب رعایا کو بھی اپنے ممبر انتخاب کرنے کا حق حاصل ہو گیا ؎

سنہ 1909ء میں ہندوستانیوں کی لگاتار درخواستوں سے مؤثر ہو کر لارڈ مورلے

وزیر ہند نے ہندوستان کے نظام سلطنت کو بہتر بنانے کے لئے مارلے منٹو ریفارم منظور فرمائی جس کی رُو سے مندرجہ ذیل اہم تبدیلیاں واقع ہوئیں ؎

(1) اس سے پیشتر وائسرائے کی انتظامیہ کونسل میں کوئی ہندوستانی ممبر نہیں ہوتا تھا مگر اب بنگالی بیرسٹر مسٹر ستہا (اب لارڈ ستہا) کو قانونی ممبر بنایا گیا ؎

(2) وزیر ہند کی کونسل میں دو ہندوستانی ممبر مقرر کئے گئے ؎

(3) بنگال - مدراس اور بمبئی کی مجلس انتظامیہ میں ایک ایک ہندوستانی ممبر مقرر ہوا ؎

(4) لوگوں کو انتخاب کا حق عطا کیا گیا - اور خاص طبقوں کے لئے جداگانہ نیابت کا اصول رائج کیا گیا - تاکہ کسی فرقے کو شکایت کا موقعہ نہ رہے ؎

(5) وائسرائے کی قانونی کونسل میں ممبروں کی تعداد 68 مقرر ہوئی - جن میں سے 36 سرکاری عہدہ دار نامزد اور 32 غیر سرکاری تھے ؎

اس ایکٹ سے پہلے ممبران بجٹ میں نہ ہی ترمیم کر سکتے تھے اور نہ ہی رائے دے سکتے تھے - مگر اب ممبران اس پر بحث و مباحثہ کر سکتے تھے - ترمیمیں پیش کر سکتے تھے - اور پبلک معاملات کے متعلق سوال بھی پوچھ سکتے تھے ؎

سنہ ۱۹۱۴ء میں یورپ میں جنگ عالمگیر شروع ہوا - اس کا ظاہری اسباب تو آسٹریا کے ولی عہد کا چند سرویا باشندوں کے ہاتھ سے قتل ہونا تھا - مگر در حقیقت اُس کی تہ میں اہل جرمن کی تجارتی اور ملکی خود غرضی پنہاں تھی - اُنہوں نے پچاس سال چپکے چپکے تیاری کر کے یک لخت دنیا کے امن و امان میں آگ لگا دی - اس نازک موقعہ پر ہندوستانیوں نے اپنے شہنشاہ حضور ملک معظم کی اپیل پر روپے پیسے - مال و اسباب اور آدمیوں سے جو امداد کی - اس سے متأثر ہو کر مدبران پارلیمنٹ نے اظہار خوشنودی کر کے مسٹر مانٹیگو مرحوم وزیر ہند کی

معرفت ہندوستانی بہی خواہان اور مدبران کی رائے معلوم کی۔ صاحب ممدوح نے یہاں تشریف لاکر ہر قسم کے خیالات رکھنے والے سیاست دانوں سے ملاقات کی اور لارڈ چیمسفورڈ وائسرائے ہند کے صلاح و مشورہ سے ریفارم سکیم مرتب کی۔ گورنمنٹ برطانیہ نے ۲۰۔ اگست ۱۹۱۷ء کو ایک اعلان جاری کیا جس میں صاف اقرار کیا۔ کہ ہمارا مقصد ہندوستان میں بتدریج ذمہ دار سیلف گورنمنٹ قائم کرنا ہے ؎

چنانچہ اسی مقصد کو مدنظر رکھ کر سوراجیہ کی پہلی قسط ریفارم ایکٹ ۱۹۱۹ء کی شکل میں ہندوستانیوں کو بخشی گئی ہے۔ جس سے سلطنت کے انتظام میں کئی اہم تبدیلیاں واقع ہوئیں ؎

(۱) مرکزی گورنمنٹ اور صوبہ کی گورنمنٹوں میں ہندوستانی عنصر زیادہ کیا گیا ؎
(2) وائسرائے کی مجلس انتظامیہ میں تین ہندوستانی ممبروں کا تقرر ہوا ؎
(3) ہر ایک صوبہ کی مجلس انتظامیہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ چند محکمے مثلاً پولیس۔ مال۔ جیل وغیرہ سرکار نے سرکاری ممبروں کے سپرد کر دئے۔ اور ان کو محکمہ محفوظہ کے نام سے موسوم کیا۔ اور کچھ رعایا کے منتخب کردہ اور گورنر کے نامزدہ وزرا کے ہاتھ میں دے دئے۔ چنانچہ بڑے بڑے نو صوبوں میں گورنر سرکاری ممبروں اور وزیروں کے صلاح مشورہ سے حکومت کا انتظام کرتے ہیں۔ اور باقی چھ چھوٹے صوبے وائسرائے کے احکام کے مطابق کارروائی عمل میں لاتے ہیں ؎
(4) وائسرائے کی قانونی کونسل کے دو حصے کئے گئے :-

(۱) لیجسلیٹو اسمبلی - (2) کونسل آف سٹیٹ -

اول الذکر میں زیادہ سے زیادہ 144 ممبر ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے 103

رعایا کے منتخب شدہ ہوتے ہیں۔ اور باقی سرکاری نامزدہ۔ اور دوسری میں 60 جن میں سے 33 منتخب ہوتے ہیں ؛

(5) بجٹ کے پاس کرنے کے لئے سرکار کو مجلس واضع قوانین کے ممبروں کی اکثریت پر منحصر رہنا پڑتا ہے۔ اگر ممبر کسی خاص مد کے ماتحت کوئی رقم پاس نہ کریں۔ تو اُن کو اختیار حاصل ہے۔ لیکن وائسرائے اور گورنر اپنے خاص اختیارات کو عمل میں لاتے ہوئے اُسے بحال رکھ سکتے ہیں ؛

(6) محکمۂ لوکل سیلف گورنمنٹ میں ہندوستانیوں کو قریباً پوری پوری آزادی دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹیاں اپنے صدر خود انتخاب کرتی ہیں۔ اور اپنے اخراجات کے لئے عملداری کے اندر نئے محصول اور ٹیکس عاید کر سکتی ہیں ؛

الغرض اس ایکٹ کی رُو سے ہندوستانیوں کو نظام حکومت میں بہت سا حصہ مل گیا ہے۔ پارلیمنٹ نے تجربہ کے لئے دس سالہ میعاد رکھی ہے سنہ 1929ء میں امید ہے کہ سوراجیہ کی دوسری قسط مل جائے گی۔ اور آہستہ آہستہ ہندوستان کو وہی درجہ حاصل ہو جائے گا۔ جو اُس وقت خود مختار نو آبادیوں کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ کو حاصل ہے ؛

گیارھویں فصل

آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ

برِّ اعظم آسٹریلیا اگرچہ براہ راست ولندیزوں کے تعلق میں نہیں تھا۔ لیکن جزائر مشرق الہند میں مقبوضات ہونے کے سبب وہ اس خشکی کے بڑے قطعے پر بھی اپنے حقوق ملکیت جمائے بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے اس کو اپنے برائے نام مقبوضات میں شامل کر کے نیوہالینڈ کے نام سے پکارنا شروع کیا۔ اور اندرونی حالات معلوم کرنے کے لئے کئی جہازران بحرالکاہل کو عبور کر کے مغربی ساحل پر پہنچے۔ مگر اس غیر آباد اور شوریلے علاقے اور غیر مہذب باشندگان کو دیکھ کر اُنھوں نے اپنی حکومت کے پاس اس مطلب کی رپورٹ ارسال کی کہ یہاں بستیاں بسانا غیر مفید ہے۔

سترھویں صدی میں ایک انگریز جہازران نے آسٹریلیا کے شمال مغربی ساحل کے گرد دو بحری سفر لگائے۔ مگر اُس نے بھی یہ لکھ کر کہ زمین خشک اور ریتلی ہے۔ ملک میں پانی کی قلت ہے۔ درخت چھوٹے چھوٹے ہیں۔ جنگلات کا کہیں نام و نشان نہیں۔ چوپائے جانور دیکھنے میں نہیں آتے۔ سمندروں کے کنارے مچھلیوں کی کمی ہے۔ باشندے وحشی اور لڑاکے ہیں۔ مندرجہ بالا رپورٹ کی تصدیق کی۔ مگر اسی زمانے میں ڈچ جہازران تسمان نامی جنوب مغربی ساحل

کے گرد ہوتا ہؤا مشرق کی طرف بڑھا۔ اور اس جزیرہ میں پہنچ گیا۔ جو آج کل اس بہادر کے نام پر تسمانیا کہلاتا ہے۔ یہاں سے وہ جزائر نیوزی لینڈ کی طرف روانہ ہؤا۔ اور ملک کے نزدیک پہنچ کر بندرگاہ میں لنگر انداز ہونا چاہتا تھا مگر اصلی باشندوں کے ایک گروہ نے اس کی سخت مخالفت کی۔ اور وہ غریب ناکام واپس لوٹ آیا۔

آج سے ایک سو پچاس سال پہلے انگلستان کے ماہرین علوم سائنس نے کپتان کک کو بحر الکاہل کی طرف اس غرض سے روانہ کیا۔ کہ وہ وہاں چند کواکب کی حرکات و سکنات کو ملاحظہ کرکے رپورٹ پیش کرے۔ تاکہ ان کو مدنظر رکھ کر نئی دریافتیں کی جائیں۔ اُس نے اپنی خواہش کے مطابق چند ملاح اور ضروری آلات ساتھ لئے۔ اور منزل مقصود کی طرف چل پڑا۔ راستے میں جنوبی امریکہ کے انتہائے جنوب میں برفانی طوفان اور سردی کی شدت نے اُن کو سخت تنگ کیا۔ مگر اُنھوں نے کچھ پروا نہ کی اور سخت صعوبتیں جھیلتے ہوئے بحر الکاہل کے جزائر میں پہنچ گئے۔ جہاں اُنھوں نے اصلی باشندوں کے خوف اور اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے ایک بھدا سا مٹی کا قلعہ تیار کیا۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہو چکے۔ تو کپتان کک نے ٹیوپیا کو جو کہ اصلی باشندوں کا پادری تھا۔ اپنے ساتھ جہاز میں بٹھا لیا۔ اور نئے نئے جزیروں کے حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ ہو پڑا۔ راستے میں وہ ایک مقام پر اُترے۔ اور جہاز کو ساحل کے کنارے لنگر انداز کرکے ملک کے اندر چلے گئے۔ مگر اصلی باشندوں کے ایک گروہ نے ان سے مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ پہلے پہل تو ان کو دھمکایا گیا۔ لیکن جب اُن کی نیّت بد دیکھی۔ تو اپنی حفاظت میں بندوق کے ذریعے چند گولیاں سر کی گئیں۔ جن سے ایک آدمی مارا گیا اور باقی بھاگ گئے۔ دوسرے دن اُنھوں نے دوبارہ بدلہ لینے کی تیاری کی۔

مگر ٹیوپیا نے اُس وقت مترجم بن کر دونوں کے درمیان صلح صفائی کرادی۔ اور زبانی تجارتی عہدنامہ طے ہُوا۔ لیکن وہ لوگ اپنے اقرار پر قائم نہ رہے۔ آخر کک اُن سے کنارہ کشی کر کے آگے روانہ ہو پڑا۔ اور نیوزی لینڈ کے جزائر میں پہنچ کر اپنے بادشاہ کے نام پر قبضہ کر لیا۔ یہ جزائر دو بڑے بڑے جزیروں پر مشتمل تھا۔ اور آبی پرندوں۔ جنگلات اور قدرتی غذا سے بھرپور تھا۔ آب و ہوا معتدل اور زمین زرخیز تھی۔ اُس نے سارے حالات معلوم کر کے اپنی رپورٹ انگلستان میں بھیجی۔ جس کے پڑھنے سے نئی نئی تحقیقات اور نئے نئے ملکوں کی دریافت کا شوق ترقی پذیر ہو گیا۔ واپسی پر کپتان کک نیوزی لینڈ سے تسمانیا کے راستے آسٹریلیا کے مشرقی ساحل پر آ گیا۔ اور اُس نے 2 ہزار میل کا فاصلہ طے کر کے سارے علاقے کا نام نیوساوتھ ویلز رکھا۔ اس سفر کے بعد اُس نے اور کئی سفر اختیار کئے۔ اور راس اُمید وغیرہ کے علاقے دریافت کئے۔ مگر اُس کے آخری سفر کے وقت جزائر سنڈوچ میں اُس کے آدمیوں اور دیسی باشندوں کے درمیان لڑائی ہو پڑی۔ اور یہ بہادر اور من چلا بحری سردار اُن کے ہاتھ سے مقتول ہُوا۔

اُسی زمانے میں اضلاع متحدہ امریکہ نے آزادی کا اعلان کیا۔ اور حکومت انگلستان کو شاہی قیدیوں کے آباد کرنے کا سوال درپیش آیا۔ جس کے حل کے لئے آخر آسٹریلیا میں بستی بسانے کی تجویز پاس ہوئی۔ اور سنہ 1787ء میں پہلی بار سزا یافتہ قیدیوں کو نیوساوتھ ویلز میں بھیجا گیا۔ کپتان آرتھر فلپ اس بستی کا حاکم مقرر ہُوا اس کے عہد حکومت میں شمالی علاقہ دریافت کیا گیا۔ اور بندرگاہ سڈنی کے موقعہ پر نئی بستی کی بنیاد رکھی گئی۔ لیکن اس کی ترقی کے راستے میں بڑی مشکلات پیش آئیں۔ قیدیوں میں بُری عادات راسخ ہو چکی تھیں۔ وہ کام کاج کرنے سے

نفرت کرتے تھے - پیداوار اور اناج کی سخت قلت تھی - اور اس پر طرّہ یہ کہ اس سال بارش بھی بہت کم ہوئی جس سے کئی اشخاص بھوک کے مارے مر گئے - آخر انگلستان سے ذخیرہ اناج اور چند کاشتکار لائے گئے - جنہوں نے زراعت کے لئے کمر ہمّت باندھی - اور جانوروں کی نسل کی زیادتی کے لئے گھاس کے قطعات کی تلاش شروع کی - ان میں سے باس اور فلنڈرز بڑے مشہور ہیں - اور آسٹریلیا کی تاریخ میں اُن کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا - دونو جنوب مشرقی ساحل کے گرد گھوم کر آبنائے باس سے ہوتے ہوئے ہوبرٹ کی بندرگاہ (تسمانیا کا دارالخلافہ) میں پہنچ گئے ۔

سڈنی کے مغرب کی طرف بلیو مونٹین واقع تھے - اگرچہ ان کو عبور کرنا بڑا مشکل تھا - مگر تارکان وطن نے گھاس کے قطعات کی تلاش میں ان مشکلات کا کچھ خیال نہ کیا - اور آمد و رفت کی سہولیت کے لئے جلدی ہی ایک سڑک تیار کر لی - اس سے بھیڑوں اور بکریوں کی نسل میں حیرت انگیز اضافہ ہوا اور نیو ساؤتھ ویلز اُون کی بستی کہلانے لگی - ۱۸۳۰ء میں سٹوارٹ نے دریائے مرے کا بیسن دریافت کیا - اور دریائے کے گرد گرد سفر کر کے وکٹوریا کی حد تک پہنچ گیا - اس علاقے کی زمین مدتوں سے بیکار پڑی ہوئی تھی - اور گھاس پات اور پرندوں کی بیٹ گلنے سڑنے کی وجہ سے بہت زرخیز تھی - جب اس واقعہ کی اطلاع حکومت انگلستان کو ملی - تو اُس نے تارکان وطن کا ایک اور گروہ یہاں آباد ہونے کے لئے روانہ کیا - اور وہ ایڈی لیڈ کے نزدیک اُتر کر جنوبی آسٹریلیا میں آباد ہو گیا - اس کے بعد اور بستیاں قائم کی گئیں - چنانچہ مغربی ساحل پر پرتھ اور مشرقی ساحل پر ملبورن دو شہر بس گئے - مگر مشہور سیّاح آئیر ان دونوں شہروں کو ملا کر مشرق اور مغرب میں آمد و رفت کا سلسلہ قائم کرنا

چاہتا تھا۔ اُس نے صحرائے آسٹریلیا کو عبور کرنے کے لئے سفر اختیار کیا۔ مگر راستے میں پانی کے نہ ملنے سے اُس کے گھوڑے مر گئے۔ اور دیسی باشندوں نے اُس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ لیکن اُس نے حوصلہ نہ ہارا اور بہزار دقّت اُس مقام پر پہنچ گیا۔ جہاں آج کل البنی کی بندرگاہ اور شہر واقع ہے۔

کچھ عرصے کے بعد ملک میں قیدیوں کے داخلہ کی ممانعت کی گئی۔ اور مغربی علاقہ میں سونے کی کانیں دریافت ہو گئیں۔ جن سے آسٹریلیا کی آبادی میں بڑی سُرعت سے ترقی ہوئی۔ اور ملک کی خوشحالی اور دولت میں بہت اضافہ ہوا۔ لوگوں کے دل میں نئے علاقوں کے دریافت کرنے کا شوق بڑھتا گیا۔ اور اُنہوں نے 1860ء میں برک اور ولز کے ماتحت جنوب سے شمال کی طرف ایک مہم روانہ کی۔ جسے پہلے تو بہت کامیابی ہوئی۔ اور کچھ دلیر اور عالی ہمّت اشخاص کوئنز لینڈ کی حد تک جا پہنچے۔ مگر یہاں پہنچ کر رسد ختم ہو گئی۔ اور سیاحوں کی جماعت دو حصّوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک تو برک۔ ولز اور کنگ کی ماتحتی میں خلیج کارپنٹریا (انتہائے شمال) کے نزدیک جا اُتری۔ اور دوسری واپس لوٹ گئی۔

کول گارڈی اور کول گرلی میں سونے کی کانیں دریافت ہونے سے آسٹریلیا کی تاریخ میں بڑی بھاری تبدیلی واقع ہوئی۔ محرر اپنے دفتروں۔ کسان اپنے کھیتوں اور مزدور اپنی مزدوری کو چھوڑ کر سب سونے کی تلاش اور قسمت آزمائی کے لئے چل پڑے۔ انگلستان میں تحریک چارٹر کی وجہ سے کئی لوگ غیر مطمئن تھے۔ وہ سب آسٹریلیا کی طرف دوڑے۔ چنانچہ 1849ء سے 1853ء تک تارکان وطن کا تانتا لگا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وکٹوریا کے باشندے نیو ساؤتھ ویلز سے علٰحدگی کے لئے جد و جہد کرنے لگے۔ اور 1851ء میں اپنے ارادوں میں کامیاب

ہو گئے - تسمانیا ۱۸۱۲ء میں علیحدہ ہو گیا - اور کوئنز لینڈ ۱۸۵۹ء میں جدا بستی بن گئی ؎

نو آبادی کے ابتدائی ایّام میں حکومت کا انتظام فوج کی مدد سے چلایا جاتا تھا - اور ساحل کی حفاظت کے لئے چند بحری سپاہی مقرر تھے - لیکن ۱۸۴۲ء میں سر رابرٹ پیل کے عہد وزارت میں ایک قانون پاس ہوا جس کی رُو سے ۱۸ رعایا (نیو ساؤتھ ویلز - وکٹوریا اور کوئنز لینڈ کی موجودہ بستیاں) کے نمائندے - چھ سرکاری افسر اور چھ گورنمنٹ نامزد ممبروں پر مشتمل ایک قانونی کونسل قائم کی گئی - اور بڑے بڑے شہروں سڈنی - ملبورن اور جیلانگ میں میونسپلٹیاں قائم کرنے کی اجازت دی گئی - ۱۸۵۰ء میں ایک اور قانون کے مطابق تسمانیا - نیو ساؤتھ ویلز - وکٹوریا اور جنوبی آسٹریلیا میں ذمّہ دار گورنمنٹ قائم کرنے کے لئے تجاویز عمل میں آنے لگیں - جن کو وزیر نو آبادیات انگلستان نے معمولی تغیرات کے ساتھ ۱۸۵۶ء میں منظور کر لیا - اور کوئنز لینڈ کو بھی ۱۸۵۹ء میں یہی مراعات عطا ہو گئیں ؎

اس قانون کی رو سے ہر ایک بستی کا اعلےٰ حاکم گورنر مقرر ہوا - جو آئینی طور پر شاہ انگلستان کا نمائندہ تھا - اور اپنی عملداری میں دو کونسلوں کی مدد سے حکومت کا کام کرتا تھا - مگر ۱۹۰۰ء میں حکومت انگلستان نے ان ریاستوں کو متحد کرنے کے لئے کامن ویلتھ آف آسٹریلیا کے نام سے ایک ایکٹ پاس کیا - جس کے مطابق گورنمنٹ کے اختیارات دو حصّوں میں تقسیم کئے گئے ان میں سے ایک تو مرکزی حکومت کے متعلق ہیں اور دوسرے مختلف ریاستوں کی حکومت کے - اس طریق کار میں مرکزی حکومت کو وہ تمام اختیارات حاصل ہیں - جن کا تعلّق ریاستوں کے عام اور مشترکہ مفاد سے ہے - مثلاً ملک کی حفاظت

غیرملکوں کے ساتھ تجارت وغیرہ کے لئے شادی طلاق وغیرہ مگر تعلیم - ریلوے - اراضی - معدنیات - اخبارات وغیرہ معاملات میں ہر ایک ریاست خود مختار ہے اور وہ اپنے قوانین خود بناتی ہے - سارے ملک میں قانون بنانے کے لئے متحد پارلیمنٹ ہے - جس کا دارالخلافہ کان برا ہے - جو سڈنی سے ۱۵۰ میل جنوب مغرب کی طرف واقع ہے - تمام بستیاں اور تسمانیا مل کر سلطنت آسٹریلیا بناتے ہیں اور ایک گورنر جنرل کے ماتحت ہے - جس کو بادشاہ انگلستان مقرر کرتا ہے - اور جو وزرا کے صلاح مشورہ سے کام کرتا ہے - ہر ایک بستی میں ایک گورنر اور پارلیمنٹ ہے - گورنر کو نوشاہ انگلستان مقرر کرتا ہے - اور پارلیمنٹ کے دو حصے ہیں - ایک سینٹ اور دوسرا مجلس وضع قوانین - گورنر اُن کی مدد سے اپنی عملداری میں انتظام قائم رکھتا ہے - اور شاذونادر ہی اندرونی معاملات میں مخل ہوتا ہے ۞

نیوزی لینڈ - آسٹریلیا سے جنوب مشرق کی طرف ۱۲۰۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے - جس کی آبادی دس لاکھ کے قریب ہے - پہلے پہل 1642ء میں تسمان نے اُس کو دریافت کیا تھا - مگر اہل ہالینڈ کی غفلت کے باعث اس کی طرف کچھ توجہ نہیں ہوئی - آخر 1770ء میں انگریزی جہازران کپتان کک نے اُس کو دوبارہ دریافت کیا - اور اپنے بادشاہ کے نام پر یہاں برطانوی جھنڈا گاڑ دیا - لیکن حقیقی معنوں میں 1840ء میں یہاں انگریزی بستی قائم کی گئی شروع شروع میں موری لوگوں نے جو دیسی باشندوں سے زیادہ مہذب اور بہادر ہیں آبادکاروں کو بہت تنگ کیا - لیکن 1861ء میں سر جارج گرے نے ان پر فتح حاصل کر کے ملک میں امن قائم کیا ۞ وہاں کی سرکار نے ان کو کئی اضلاع دے رکھے ہیں - جن میں یہ لوگ کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں - اور بھیڑوں کے بڑے بڑے

گلّے پالتے ہیں۔ اس وقت سے یہ ملک بہت ترقی کر رہا ہے۔ حکومت ایک گورنر اور ایک مجلس واضع قوانین اور ایک دیوان وکلا سے رعایا کے ہاتھ میں ہے۔

بارھویں فصل

برٹش جنوبی افریقہ

آج کل یونین جنوبی افریقہ میں مندرجۂ ذیل چار صوبے شامل ہیں:۔ اوّل صوبۂ راس امید جو دریائے اورنج کے جنوب میں واقع ہے۔ دوم اورنج کی آزاد بستی جو صوبہ دریائے اورنج اور دریائے وال کے درمیان ہے۔ سوم نٹال جو کوہ ڈریکن برگ کے مشرق کی طرف پھیلا ہؤا ہے۔ چہارم ٹرینسوال جو دریائے وال کے شمال کی طرف چلا گیا۔ نٹال کے نام سے مشہور ہے۔

پندرھویں صدی کے اخیر میں جب فرنگی اقوام مشرقی ممالک کے ساتھ تجارت کرنے کے لئے سخت مضطرب تھی۔ تو پرتگیزی امیر البحر ڈیز نے ۱۴۸۶ء میں راس امید کو دریافت کیا۔ اور گیارہ سال یحد واسکوڈے گاما اُس جگہ ٹھیرا۔ جو یہاں سے اپنے جہازوں کو پانی اور کوئلہ سے بھر کر ہندوستان کی طرف روانہ ہؤا۔ اُس وقت سے پرتگیزوں نے افریقہ کے مشرقی ساحل اور ہندوستان میں اپنی کوٹھیوں کی حفاظت کے لئے راس امید کو اپنا جنگی اسٹیشن بنایا۔

لیکن جب ولینڈیزوں کی بحری طاقت عروج پر ہوئی۔ تو اُنھوں نے پرتگیزوں کو شکست دے کر اس علاقے پر قبضہ کر لیا اور باقاعدہ بستی بسا کر حکومت ہالینڈ کے ماتحت کیا گیا۔ جس کی بدولت وہ بے کھٹکے مشرقی جزائر میں بڑی کامیابی کے ساتھ تجارت کرتے رہے۔ حکومت انگلستان نے اپنی ہندوستانی تجارت کے محفوظ رکھنے کے لئے مناسب خیال کیا۔ کہ کیپ کالونی کو انگریزی قبضے میں لایا جائے۔ یہ زمانہ جنگ ہائے پنولین کے لئے مشہور تھا حکومت نے 1806ء میں سر ڈیوڈ بیرڈ کے ماتحت ایک جنگی مہم روانہ کی۔ جس نے کیپ ٹاؤن کے ڈچ گورنر کو شکست دے کر اس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اس پر عمل دخل جمانے اور باقاعدہ حکومت قائم کرنے میں بڑی مشکلات نظر آئیں کیونکہ ایک طرف افریقہ کے اصلی باشندے زولو۔ ہٹنٹاٹ۔ بانتو اور کافر ان کو تنگ کرتے تھے اور دوسری طرف بوئر (ہالینڈ کے لوگ) اُنہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔

افریقہ کے اصلی باشندے فرنگیوں کی نسبت تعداد میں زیادہ تھے۔ اس لئے وہ آبادکاروں کے مال مویشی کی چوری کر کے انہیں سخت نقصان پہنچاتے تھے۔ سرکار انگریزی نے اس رسم مذمومہ کو بند کرنے کے لئے سخت کوشش کی۔ لیکن بوئر ان غلاموں کو اپنے ماتحتی میں رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب 1833ء میں حکومت انگلستان نے کروڑوں روپے خرچ کر کے غلاموں کو آزادی دلوائی۔ اور افریقہ کے دیسی باشندوں کا مجلسی رتبہ فرنگیوں کے ہم پلہ کر دیا۔ تو وہ سخت سٹ پٹائے۔ اور اُنھوں نے کیپ کو الوداع کہنے کی ٹھانی۔ چنانچہ بہت سے خاندان اپنے مال و اسباب سامان خوراک اور مال و مویشی سمیت شمال کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اور کچھ دریائے اورنج کے کنارے آباد ہو گئے اور اورنج فری سٹیٹ (آزاد ریاست) قائم

کی۔ باقی پہاڑوں کو عبور کر کے نٹال اور ٹرینسوال کے علاقوں میں جا بسے۔ اس موقعہ پر بہت سے انگریز جنوبی افریقہ میں آباد ہو گئے اور انگریزی حکومت دریائے اورنج تک پھیل گئی۔ زولو قوم نے ان کی نا چاقی اور نا اتفاقی کا فائدہ اٹھا کر ٹرینسوال پر حملہ کر کے بوئروں کو خوب دق کیا۔ اور ان کے وہاں رہنے کی کوئی صورت نہ رہی مجبوراً انگریزوں کو اس معاملے میں دخل دینا پڑا۔ کہ مبادا کافر طاقت پکڑ کر کہیں انہیں بھی ملک سے بے دخل کر دیں۔ اس خیال کو مدنظر رکھ کر انہوں نے 1877ء میں ٹرینسوال کو ملحق کر لیا۔ یہ دیکھ کر زولو بادشاہ کے غصے کی کوئی حد نہ رہی۔ اور اس نے انگریزی فوج کو اسندھلوانا کے مقام پر شکست دے کر اپنے دل کو ٹھنڈا کیا۔ مگر انگریزوں کی طاقت کچھ کم نہ تھی۔ انہوں نے النڈی کے مقام پر اسے شکست دے کر اطاعت کے لئے مجبور کیا۔

جنگ ہائے بوئر۔ جب بوئروں کو افریقہ کے دیسی باشندوں کا کچھ خوف و خطر نہ رہا۔ تو انہوں نے 1881ء میں انگریزوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ اور انگریزی فوج کو موجوباہل پر شکست دی۔ اس وقت مسٹر گلیڈسٹون وزیر اعظم کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھا۔ اُس نے جنوبی افریقہ کے فتح کرنے کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور ٹرینسوال کی آزادی کے مطالبے کو منظور کر لیا۔ مگر بوئروں کا سردار پال کروگر اپنی حکومت کو سمندر کے کنارے تک توسیع دینا چاہتا تھا۔ دوسری طرف کیپ کا انگریزی گورنر جنرل سیسل روڈس بھی اسی خیال میں مستغرق تھا کہ 1883ء میں ٹرینسوال میں سونے کی کانیں دریافت ہوئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بہت سے انگریز تارکان وطن یہاں آکر آباد ہو گئے۔ اور بوئر اقلیت میں رہ گئے۔ نئے آباد کار مقامی حقوق اور انتخاب میں رائے دہندگی کے لئے جدوجہد کرنے لگے۔ اور حاکمان (بوئر) اس مطالبے کی سخت مخالفت کرتے

تھے۔ آخر انہوں نے تنگ آکر ۱۸۹۵ء میں مسلح بغاوت اختیار کی۔ اس موقع پر دونو اطراف کے لیڈروں نے صلح کے لئے بڑی کوشش کی۔ مگر وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ مجبوراً ڈاکٹر جیمسن نے چھ سو سواروں کو لے کر ٹرنیسوال پر حملہ کیا۔ مگر چار روز کے بعد گرفتار ہوا اور بغاوت فرد ہو گئی اس ناکامی سے دونو اقوام (انگریز اور ہالینڈ) کے جذبات ابتر ہو گئے اور بوئروں نے بڑے وسیع پیمانے پر جنگ کی تیاریاں کر کے ۱۸۹۹ء میں جنگ کا اعلان کر دیا اس معاملے میں اورنج کی آزاد ریاست نے اپنے ہم مذہب بھائیوں کی امداد کرنا اپنا قومی فرض خیال کیا۔ چونکہ انگریز لڑائی کے لئے بالکل تیار نہ تھے۔ اس لئے شروع شروع میں انہیں کئی شکستیں کھانی پڑیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں لیڈی سمتھ۔ کمبرلے اور میفکنگ کے مقامات پر فوجیں محصور ہو گئیں بوئروں کے دل اس وقت بڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے تمام علاقے کو فتح کرنے کے لئے اپنی تمام طاقتیں صرف کرنا شروع کر دیں۔ کیپ کے گورنر نے ان حالات کا مطالعہ کر کے امداد کے لئے حکومت انگلستان کو لکھا۔ اس نے لارڈ رابرٹسن کو فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کیا۔ لارڈ کچنر بھی اس کی امداد کے لئے موجود تھا۔ دونو نے محاصرین کو شکست دے کر فوجی محاصرے سے ہاتھ اٹھا لینے پر مجبور کیا۔ اور اورنج فری سٹیٹ کے دارالخلافہ بلوئیم فونٹین پر قبضہ کر کے بوئروں کو پیچھے ہٹا دیا۔ دوسری طرف ٹرینسوال کا دارالخلافہ پریٹوریا بھی انگریزوں کے ہاتھ آگیا۔ اور وہاں کا پریزیڈنٹ کروگر خوف کے مارے ہالینڈ کی طرف بھاگ گیا۔ مگر ڈی وٹ سپہ سالار بوئر نے دو سال تک لارڈ کچنر کا سخت مقابلہ کیا۔ اور جب لڑتے لڑتے تنگ آگیا۔ تو صلح کے لئے مجبور ہو گیا۔ آخر جون ۱۹۰۲ء میں دونو جمہوری حکومتیں ٹرینسوال اور اورنج کی بستی کیپ کالونی کے

ساتھ شامل کی گئیں ۔

سنہ 1906ء میں بوئروں کو سلف گورنمنٹ (حکومت آزادانہ) عطا کی گئی۔ اور سنہ 1909ء میں چاروں صوبے راس امید کی بستی۔ نٹال اور اورنج کی آزاد بستی۔ یونین ایکٹ کے مطابق متحد کئے گئے ۔

مشرقی اور مغربی افریقہ۔ افریقہ ایک ایسا زرخیز خطہ ہے۔ جس کی دولت۔ پیداوار اور تجارت بہت ترقی کرسکتی ہے۔ اس لئے تمام دولِ فرنگ تقریبًا پچاس سال سے اس پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے سخت کوشش کر رہی ہیں۔ چنانچہ اب براعظم کا بہت تھوڑا حصّہ آزاد رہ گیا ہے۔ اس سے پیشتر یہ برّاعظم تاریک برّاعظم کے نام سے مشہور تھا۔ اور ملک میں بلند سطوح مرتفع۔ گھنے جنگلات۔ آبشار بنانے والے دریا اور خونخوار درند بکثرت پائے جاتے تھے۔ اس لئے یورپ کے لوگوں کو اُس کے اندرونی حالات کا بہت کم علم تھا۔ مگر جب اُس کی قدرتی دولت کی تقسیم کا خیال پیدا ہؤا ہے۔ تو کئی اُلوالعزم اور صاحب حوصلہ اشخاص جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اس کی دریافت کے لئے روانہ ہو پڑے۔ چنانچہ سنہ 1768ء میں ایک نوجوان سکاٹ جیمز بروس دریائے نیل کے منبع (سطح مرتفع ابی سینا) تک پہنچ گیا۔ اور اُس کے کچھ عرصہ بعد ایک اور مشہور سیّاح منگو پارک دریائے نائیجر کے بیسن کی دریافت میں مشغول ہؤا ۔

جب ان دونو کی ان تھک محنتوں کا نتیجہ یورپ میں شائع ہؤا تو دوسرے سیّاحوں کے دل میں بھی سفر کی امنگیں لہریں مارنے لگیں۔ چنانچہ سنہ 1841ء میں ڈیوڈ لونگ سٹون نامی عیسائی مبلّغ جنوبی افریقہ کے ساحل پر اُترا۔ اور شمال کی طرف روانہ ہوکر دریائے زیمبزی تک پہنچ گیا۔ دوسری دفعہ اُس

نے دریا کے کنارے کنارے سفر اختیار کیا۔ اور مشرق سے روانہ ہوکر مغربی ساحل پر پہنچ گیا۔ راستے میں اُس نے وکٹوریا آبشار کا ملاحظہ کیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد جھیل نیاسا اور ٹانگا نیکا کے نزدیک ڈیرے ڈال دئیے۔ ایک دن جب وہ جھیل کے کنارے آرام کر رہا تھا۔ تو اُس کے دیسی ملازم نے اُسے خبر دی۔ کہ ایک اور سفید رنگ کا آدمی اس طرف آ رہا ہے۔ یہ خبر سن کر لونگ سٹون جلدی سے اُٹھ کھڑا ہؤا۔ اور ہنری سٹینلے کو دیکھ کر بہت خوش ہؤا۔ یہ شخص انگلینڈ سے اُس کی مدد کے لئے بھیجا گیا تھا۔ دونو کئی سال تک اس علاقے میں باہم مل کر کام کرتے رہے۔ مگر بعد میں سٹینلے اپنے وطن کو واپس لوٹ گیا۔ اور لونگ سٹون نے اسی ملک میں آخرت کا سفر اختیار کیا۔

اسی اثنا میں سپیک اور گرنٹ دو سیاح وسطی افریقہ کے شمالی علاقہ میں گھوم رہے تھے۔ مگر اوّل الذکر بیمار ہوکر اپنے وطن کو چلا گیا اور موخر الذکر نے جھیل وکٹوریا کے نزدیک پہنچ کر معلوم کیا۔ کہ دریائے نیل ابیض اسی جھیل کے شمال سے نکلتا ہے۔ مگر اس کام کے پورا کرنے کی شہرت اُس کے نصیب میں بھی نہ تھی۔ اس لئے باقی کام سٹینلے کو ختم کرنا پڑا۔ اور اُس نے جھیل وکٹوریا سے البرٹ نائنزا تک کا علاقہ دریافت کرکے انگلستان کو یہاں کی جنگلاتی پیداوار۔ ہاتھی دانت اور ربڑ سے مالا مال کر دیا۔ جب یہ علاقے دریافت ہو گئے۔ تو کچھ پادری اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے وسطی افریقہ میں آباد ہو گئے۔ مگر دیسی باشندوں کے ساتھ ان بن ہونے کے باعث ان کو چنداں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ آخر انگلستان کی سرکار نے سنہ ۱۸۹۰ء میں کپتان لوگارڈ (Lugard) کو جو برٹش مشرقی افریقہ کمپنی کی طرف سے جھیلوں کے خطّ کو آباد کر رہا تھا۔ دونو قوموں کے درمیان صلح کے لئے مقرر کیا۔

اور بڑی مشکلات کے بعد عہد نامہ تیار کر کے وہاں کے دیسی حاکم سے دستخط کرائے۔ اس طرح ۱۸۹۱ء میں یوگنڈا اور برٹش مشرقی افریقہ انگریزوں کے زیر حفاظت آ گئے ۔

مدّت سے انگریزی کمپنیاں سینی گال اور خلیج گنی کے ساحل پر علاقوں کی تجارت میں مشغول تھیں ۔ لیکن اُن کو وہاں کامیابی نصیب نہیں ہوئی ۔ آخر سی آرا لیون اور گیمبیا کو انگریزی بستیوں میں تبدیل کر دیا گیا ۔ جن پر اشانٹی کے باشندوں نے کئی بار حملہ کیا ۔ اُن کو سزا دینے کے لئے ۱۸۷۴ء میں سر گرنٹ ولزلی نے اُن کے دارالخلافہ کوماسی پر چڑھائی کی ۔ طرفین کے بہادروں نے میدان جنگ میں خوب داد مردانگی دی ۔ لیکن یورپ کی قواعد دان اور جنگی تربیت یافتہ فوج کے سامنے اُن کی کچھ پیش نہ گئی اور شکست کھا کر میدان سے بھاگ نکلے اور ملک انگریزوں کے زیر اثر آ گیا ۔ مگر اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد دوبارہ باشندوں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت برپا کی ۔ جنہوں نے آئے دن کی مصیبتوں سے نجات پانے کے لئے اشانٹی کو ساحل گنی کے مقبوضات میں شامل کر لیا ۔ اور ۱۹۰۰ء میں دریائے نائیجر کے گردو نواحی علاقہ پر تسلط جما کر نائیجیریا کی ریاست کی بنیاد ڈالی ۔

مصر اور سوڈان ۔ انیسویں صدی کے وسط میں اسمٰعیل پاشا خدیو مصر تھا ۔ اس کے عہد میں فرانسیسی انجینئر ڈی لیپسیز نے خاکنائے سویز کو کاٹ کر نہر سویز کے ذریعے بحیرۂ روم اور قلزم کو ملا دیا ۔ جس کی بدولت یورپ کی ساری تجارت راس امید کی شاہراہ سے منتقل ہو کر اُس شاہ راہ کے راستے آ گئی نہر کے تیار کرتے وقت خدیو مصر نے فرانسیسی سرکار سے بہت سا روپیہ قرض لے کر کمپنی کے حصص خرید کئے تھے ۔ لیکن قرضہ کی ادائیگی اُس کے لئے بار گراں

ثابت ہوئی۔ اور وہ اپنے حصّے فروخت کرنے کے لئے مجبور ہو گیا۔ اس وقت ڈیزریلی انگلستان کا وزیراعظم تھا۔ اُس نے چالیس لاکھ پونڈ ادا کر کے تمام حصّے خرید لئے۔ اور نہر سویز کے انتظام میں حکومت انگلستان کا عمل دخل کر دیا ؞

کچھ عرصہ کے بعد سلطان ٹرکی نے اسمٰعیل پاشا کو اُس کی عیاشی اور فضول خرچیوں سے تنگ آکر تخت سے معزول کر دیا۔ اور حکومت فرانس اور برطانیہ کلاں کو اُس کے جانشین توفیق پاشا کی مدد کے لئے صلاح کار مقرر کیا۔ مگر مصریوں نے اس انتظام کو ناپسند کیا۔ اور سنہ 1881ء میں عربی پاشا کو اپنا رہنما منتخب کر کے حکومت وقت کے خلاف بغاوت اختیار کی۔ انگریزوں نے پہلے پہل اپنے بحری بیڑے کی مدد سے شہر اسکندریہ کو تباہ کر کے باغیوں کو گرفتار کیا۔ اور بعد میں سنہ 1882ء میں تل الکبیر کے مقام پر ولزلی کی سرکردگی میں عربی کو شکست دے کر توفیق پاشا کو تخت پر بٹھایا۔ ابھی وہ ان معاملات سے مشکل سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ سوڈان میں ایک درویش نے مہدی کا لقب اختیار کر کے بہت سے مریدوں کو اپنے جھنڈے کے گرد جمع کر لیا۔ اور موقع پا کر بغاوت کا علم بلند کر دیا خدیو مصر نے بغاوت کے فرو کرنے کے لئے جرنیل ہکس کی ماتحتی میں مصری فوج کو روانہ کیا۔ مگر درویشوں کی طاقت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اُنہوں نے مصری فوج کو تباہ کر دیا۔ اُس وقت مسٹر گلیڈسٹون مشہور اعتدال پسند رہنما انگلستان کا وزیراعظم تھا۔ اُس نے جرنیل گارڈن سپہ سالار افواج مصر کو واپس بلانے کے لئے حکم صادر کیا۔ اور وہ محاصرے سے ہاتھ اُٹھا کر خرطوم کی طرف واپس چلا آیا۔ مگر ابھی وہ ضروری انتظام سے فارغ بھی نہیں ہونے پایا تھا۔ کہ درویشوں نے موقعہ غنیمت جان کر بھاری تعداد میں اُس پر حملہ کیا۔ کئی دن تک وہ بہادری سے مقابلہ کرتا رہا۔ مگر انگلستان سے موقع پر کوئی کمک نہ آسکی۔ آخر جرنیل ولزلی

تھوڑی سی سپاہ لے کر اُس کی مدد کے لئے بڑھا۔ مگر افسوس اُس کے آنے سے دو دن پیشتر جرنیل گارڈن بہادری سے لڑتا ہوا میدان میں کام آچکا تھا ۔

سنہ 1882ء سے انگریزی افسر ملک کے انتظام اور آئے دن کی بغاوتوں کے فرو کرنے میں بڑی کوشش کر رہے تھے ۔ تاکہ مصری ترقی کر کے سلف گورنمنٹ (حکومت خود اختیاری) کے لائق بن جائیں ۔ اُنھوں نے سب سے پہلے محکمۂ فوج کی طرف توجہ مبذول کی ۔ اور سپاہیوں کو باقاعدہ جنگی تربیت دے کر یورپین فوج کے ہم پلّہ بنا دیا ۔ اس بارہ میں لارڈ کچنر کی خدمات قابل ذکر ہیں ۔ اُس نے انگریزی اور مصری فوجوں کی مدد سے سنہ 1898ء میں ام درمان کے مقام پر درویشوں کو شکست دے کر خرطوم پر قبضہ کر لیا اور سوڈان کو انگریزی اور مصری انتظام کے ماتحت لایا گیا ۔ لیکن سنہ 1914ء کے بعد جنگ عظیم میں عباس ثانی خدیو مصر نے انگریزوں کے خلاف سلطان ٹرکی کا ساتھ دیا ۔ جس کے باعث انگریزوں نے مصر کو اپنے زیر حفاظت علاقوں میں شامل کر لیا ۔ مگر جب جنگ کا خاتمہ ہوگیا ۔ تو حکومت انگلستان نے مصریوں کو سوراجیہ عطا کر کے فوّاد اوّل کو مصر کا بادشاہ مقرر کیا ۔

تیرھویں فصل

شاہی خاندان

ملکۂ معظمہ وکٹوریا کے مختصر حالات

24 ۔ مئی کا دن سلطنت برطانیہ میں مقدس دن ہے ۔ اور تاریخ میں



The Queen Victoria.

یوم سلطنت کے نام سے مشہور ہے۔ اُسی دن حضور ملکۂ معظمہ وکٹوریا آنجہانی پیدا ہوئیں جن کی ہر دلعزیزی۔ فرائض کی ادائیگی اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے متعلق بیسیوں حکایات زبان زد خاص وعام ہیں۔ اور گو ان کو اس جہان سے رخصت ہوئے کئی سال گزر چکے ہیں۔ لیکن ان کی یاد ابھی تک دلوں میں تازہ ہے۔ ایسی بے نظیر ملکہ کے عہد ہمایوں میں سلطنت کو متحد کیا گیا۔ اس کے بعض حصوں کو حکومت خود مختاری عطا کی گئی۔ اور 1857ء کے اعلان کے مطابق ہندوستان کے تمدنی حقوق کی بنیاد رکھی گئی۔ ملکۂ موصوفہ ہانور خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور جارج سوم شاہ انگلستان کی پوتی تھیں۔ یہ بادشاہ اولاد کے لحاظ سے بڑا صاحب نصیب تھا۔ خدا نے اسے چار بیٹے عطا کئے۔ جن میں سے تیسرا بیٹا ڈیوک آف کنٹ ہماری ملکہ کے والد معظم تھے۔ جب بادشاہ نے وفات پائی۔ تو اُس کے ولی عہد جارج چہارم بادشاہ مقرر ہوئے۔ مگر ان کی شیر خوار اکلوتی لڑکی بچپن میں ہی داغ مفارقت دے گئی۔ اور اُن کے لاولد مرنے پر ان کے چھوٹے بھائی ولیم چہارم کے نام سے تخت نشین ہوئے۔ لیکن وہ بھی بے اولاد اس دُنیا سے رخصت ہوئے۔ اب تاج کا حق بادشاہ ولیم چہارم کے چھوٹے بھائی شہزادہ ایڈورڈ ڈیوک آف کینٹ کو ورثہ میں پہنچتا تھا۔ لیکن وہ شاہ جارج کی زندگی میں ہی مر چکے تھے۔ اس لئے ملکۂ وکٹوریا ہی تاج و تخت کی وارث قرار پائیں۔ چنانچہ جس وقت وہ ۲۴۔ مئی 1837ء کو بالغ قرار پائیں۔ تو ایک ماہ بعد ولیم چہارم نے انتقال کیا۔

۲۴۔ مئی 1819ء کا ملکہ کا جنم دن ہے۔ پیدائش کے وقت کسی فرزانہ سے فرزانہ شخص کے دل میں بھی یہ خیال نہیں آسکتا تھا۔ کہ یہ چھوٹی سی لڑکی کسی دن انگلستان کے تخت پر جلوس کر کے شاہان عالم میں سب سے زیادہ رتبہ اور

سلطنت برطانیہ

مرتبہ حاصل کرے گی۔ کیونکہ نصف درجن سے زیادہ تخت کے امیدوار ابھی زندہ تھے۔ لیکن مشیّتِ ایزدی یہی تھی۔ کہ اس معصوم لڑکی کے سر پر سایہ ہما بلند کرکے اپنی قدرت کاملہ کا بیّن ثبوت دے۔ اس لئے اس کی پیدائش کے موقع پر وہ خوشیاں نہیں منائی گئیں۔ جو شاہ انگلستان کی پوتی اور جرمنی کے ڈیوک آف سیکس کوبرگ سائفلڈ کی نواسی کی شان کے شایاں ہوتیں۔ تاہم لوگوں نے شاہی خاندان میں اضافہ ہونے کے باعث بہت خوشی کا اظہار کیا۔

۲۴۔ جون کو جب شہزادی ایک مہینے کی ہوئی۔ تو کنٹربری کے اُسقف نے کنگسٹن کے دیوان عام میں اصطباغ کی رسم بڑی دھوم دھام سے ادا کی گئی۔ کیونکہ اسی بچے کی بدولت سارا قصر کنگسٹن منور ہو رہا تھا۔ اور اس کے سوا کوئی تخت کا وارث نظر نہیں آتا تھا۔ اس موقعہ پر زار اور زارینۂ روس بچّے کے دینی والدین مقرر ہوئے۔ بادشاہ کی مرضی تھی کہ اُس کی اکلوتی پوتی کا نام جارجیانہ رکھا جائے۔ باپ کی خواہش کہ الزبتھ نام ہو۔ مگر چچا ولی عہد انگلستان کی رائے کے مطابق زار روس کے نام پر الیگزینڈرینا رکھا گیا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان کی والدہ کا نام وکٹوریا بھی شامل ہو کر پورا نام الیگزینڈرینا وکٹوریا قرار پایا۔ اس رسم کی ادائیگی کے بعد ڈیوک سڈماؤتھ میں چلے گئے۔ اور وہاں رہنے سہنے لگے۔ ایک دن وہ سیر کے لئے باہر گئے۔ واپسی پر راستے میں بارش نے آگھیرا۔ ہرچند گھر پہنچنے کے لئے جلدی کی۔ مگر بارش کی زیادتی سے تمام کپڑے شرابور ہو گئے۔ گھر میں جس وقت آئے تو سیدھے اُس کمرے میں تشریف لے گئے۔ جہاں اُن کی ننھی بچی پنگوڑے میں لیٹی کھیل رہی تھی۔ وفورِ محبت کے باعث اُس کو اُٹھا لیا اور دیر تک پیار کرتے رہے۔ بھیگے ہوئے کپڑوں کو دیر تک پہنے رکھنے سے سردی اپنا کام کر گئی۔ جگر میں جلن پیدا ہو گئی۔ اور بیماری اپنا پورا اثر کر گئی۔ ہرچند مشہور

ومعروف ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج معالجہ کرایا گیا۔ لیکن کچھ صحت نہ ہوئی۔
آخر ۱۸۲۰ء میں سب کے دل پر داغ حسرت چھوڑ کر اس جہان سے چل بسے
اور ہماری ملکہ ابھی ایک سال کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ یتیم ہو گئیں۔ اگرچہ اس
ناقابل برداشت صدمے سے ڈچز آف کنٹ کو بہت دُکھ ہوا۔ مگر اُنھوں نے
حوصلہ نہ ہارا اور ہمہ تن اپنی پیاری بیٹی کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئیں۔

خاوند کی زندگی میں ہی ڈچز آف کنٹ اپنی بیٹی کو لے کر اپنی جاگیر میں چلی
آئی تھیں۔ اُس وقت اُن کو گزارہ کے لئے ۶۰ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا
اُنھوں نے اپنی آمدنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے سب اخراجات کم کر دئیے اور ملکۂ
وکٹوریا کی تعلیم کا انتظام ایک لائق فائق لیڈی فیوڈور بیرونس لیزن کے سپرد
کیا۔ اس نے کنڈر گارٹن کے اصولوں کے مطابق تعلیم دے کر تھوڑے ہی عرصہ
میں شہزادی کو اس لائق بنا دیا۔ کہ وہ غیر زبانوں میں بآسانی گفتگو کر سکتی تھیں۔
جب ان کی عمر پانچ چھ سال کی ہوئی۔ تو جرمن۔ اطالیہ فرانسیسی اور انگریزی زبان بو
کے سیکھنے اور دینی تعلیم کے لئے پادری ڈاکٹر جارج ڈیویز صاحب کو بڑی تلاش
کے بعد منتخب کیا۔ ان کے طریقۂ تعلیم میں بڑی خوبی یہ تھی۔ کہ کند ذہن سے
کند ذہن بچہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ ان کے زیر اثر رہ کر دن
رات سخت محنت کر کے شاہزادی نے بارہ سال کی عمر میں اتنی لیاقت بہم پہنچا
لی۔ کہ وہ بڑے بڑے مستند مصنفوں کی کتابیں فر فر پڑھ لیتی تھیں اور مشکل
سے مشکل سوال بلا امداد حل کر لیتی تھیں۔

ولیم چہارم شاہ انگلستان کی مرضی تھی۔ کہ شہزادی وکٹوریا دربار کے رسوم
اور ضوابط میں باقاعدہ طور پر حصہ لیا کرے۔ کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے
کہ ان کے مرنے کے بعد یہی لڑکی تخت کی وارث ہوگی۔ اس لئے اگر وہ ابھی

سے دربار کے حالات اور شاہی ادب و آداب سے واقف ہو جائیں گی۔ تو وہ ایک مہذّب اور شائستہ حکمران اُٹھیں گی۔ لیکن ڈچز آف کنٹ اس بات کی سخت مخالف تھیں۔ اور کہا کرتی تھیں۔ کہ ابھی شہزادی اس لائق نہیں ہے۔ کہ وہ دربار کے جھمیلوں میں پڑ کر اپنی آئندہ ترقی اور تعلیم کو نقصان پہنچائے۔ جب شہزادی صاحبہ کی عمر تیرہ سال کی ہوئی۔ تو اُنہیں معلوم ہو گیا کہ وہ تخت انگلستان کی حقیقی وارث ہیں۔ تو اُنہوں نے اپنا سب تفریح و طبع کا وقت بھی علم و ہنر کے حاصل کرنے میں لگا دیا۔ جس کے باعث تھوڑے ہی عرصہ میں فن موسیقی نقاشی اور سوزن کاری کے کام میں اعلےٰ درجے کی مہارت حاصل کر لی۔ اس موقعہ پر ان کی اُستانی نے وارث تخت ہونے کے متعلق اُنہیں عجیب انداز سے واقف کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اُس نے شاہان برطانیہ کا شجرۂ نسب بنا کر اُن کی کتاب میں رکھ دیا۔ جس کو دیکھ کر اُنہوں نے فرمایا کہ میں نیک بننے کی کوشش کروں گی ؎

اس چھوٹی سی عمر میں بعض اوقات اس قسم کے واقعات اُن سے ظہور میں آئے تھے۔ کہ جن کو دیکھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ ایک دن وہ کچھ سودا خریدنے کے لئے ایک جوہری کی دُکان پر تشریف لے گئیں۔ وہاں ایک نوجوان لڑکی نے اپنے پہننے کے لئے ایک قیمتی اور خوبصورت سنہری زنجیر پسند کی۔ مگر جب دکاندار سے قیمت دریافت کی۔ تو وہ اُس کے مقدور سے بڑھ کر نکلی۔ اُس نے ایک آہ سرد بھر کر زنجیر تو واپس کر دی۔ اور اُس کی بجائے ہلکی قیمت کی زنجیر لے کر اپنے گھر کو واپس لوٹ گئی۔ شہزادی اس لڑکی کی نیک حرکت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی ؎ اور زنجیر کی قیمت اپنی جیب خاص سے ادا کر کے دکاندار کو حکم دیا۔ کہ یہی زنجیر ہماری طرف سے اس چٹھی کے ساتھ لڑکی کو

بھیج دو۔ اُس نے فی الفور حکم کی تعمیل کی۔ لڑکی نے جب چٹھی پڑھی تو اُس میں لکھا ہؤا تھا۔ "وکٹوریا یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی ہے۔ کہ ایک نوجوان لڑکی کو اپنی قدرتی خواہشات کے روکنے پر اتنی قدرت حاصل ہے۔ اس لئے وہ امید کرتی ہے کہ وہ لیڈی اپنے دل پسند زنجیر کو اس امید پر قبول کرے گی کہ وہ آیندہ بھی اسی نیک خصلت پر کاربند ہونے کی کوشش کرے گی"۔

۲۴۔ مئی ۱۸۳۷ء کو شہزادی وکٹوریا حسب قانون بالغ قرار دی گئیں۔ اور اس سالگرہ کا جلسہ پہلے سالوں کی نسبت بڑے شان وشوکت سے منایا گیا۔ سارے روز دفاتر میں تعطیل منائی گئی۔ اور سینٹ جیمز کے محل میں بڑا بھاری جشن منعقد ہؤا۔ اس موقعہ پر اراکین سلطنت۔ امراے عظام اور لارڈ میئر نے شہزادی کی خدمت میں سپاسنامے اور نذریں پیش کیں۔ جن کے جواب میں ڈچز آف کنٹ نے ایک برمحل اور برجستہ تقریر کی۔ مگر ابھی اس تقریر کو کئے ہوئے ایک ماہ کا عرصہ بھی نہیں گزرا تھا۔ کہ بادشاہ ولیم چہارم نے انتقال کیا اور شہزادی صاحبہ ۲۱۔ جون ۱۸۳۷ء کو برطانیۂ عظمےٰ اور آئرلینڈ کی ملکہ مشتہر ہوئیں۔

اس موقعہ پر شہزادی صاحبہ نے اپنی چچی ملکۂ ایڈی لیڈ کو تعزیت کی چٹھی لکھی اور اُس میں اُن کے بیوہ ہونے پر کمال اظہار افسوس کرکے ملکہ کا لقب بدستور قائم رکھا۔ اُس وقت وزراے سلطنت میں سے ایک نے عرض کی کہ اب تو وہ ملکۂ معزول ہیں آپ اُنہیں ملکۂ معظمہ کیوں لکھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا۔ کہ واقعی اُن کے خاوند کے مرجانے کی وجہ سے ان کا لقب بدل گیا ہؤا ہے۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتی ہوں۔ کہ یہ منحوس تبدیلی پہلے ہی پہل میری طرف سے ہو اور اُن کے قلب پر گہرا صدمہ پہنچے۔ یہ واقعات ہیں۔ جو ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ہماری ملکۂ معظمہ کن اوصاف حمیدہ سے متصف تھیں۔ اور

ان کی بدولت کس طرح لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیتی تھیں ؛

تخت نشینی کے ایک سال بعد تاج پوشی کی رسم ادا ہوئی - اور گلڈہال میں ایسا عظیم الشان جلسہ ہوا - کہ جس کی نظیر تاریخ انگلستان میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی ہے - جلوس کے وقت ملکۂ معظمہ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ سنہری گاڑی جس میں آٹھ گھوڑے ہم شکل اور ہم رنگ جُتے ہوئے تھے سوار تھیں - لوگ اپنی پیاری ملکہ کو دیکھنے کے لئے مکانوں کی چھتوں - گھروں کی کھڑکیوں اور بازاروں میں جوق در جوق کھڑے تھے - جونہی گاڑی پاس سے گزرتی - شائقین ملکہ زندہ باش زندہ باش کے پر زور نعرے لگاتے - آخر بڑی مشکلات کے بعد سواری گلڈہال کے دروازے میں داخل ہوئی - اور ملکۂ معظمہ تخت پر بیٹھ گئیں - اس تقریب مسعود پر ڈیڑھ سیر وزنی نیا تاج تیار کیا گیا - جس کے کناروں پر چو طرفہ جواہرات کے گچھے لٹکتے تھے اور بیچ میں بیش قیمت نیلم - زمرد - یاقوت اور موتی اپنی بہار دکھا رہے تھے - جن پر جس وقت سورج کی کرنیں پڑتی تھیں - تو آنکھوں میں چکا چوندی آجاتی تھی - کہتے ہیں - کہ تاج کی قیمت تقریباً گیارہ لاکھ ستائیس ہزار چھ سو روپے تھی ؛

اس وقت ایک نہایت عجیب و غریب واقعہ پیش آیا - ڈیوک آف سیکس اپنی بھتیجی کو دیکھ کر فرطِ محبّت کے باعث بوسہ لینے کے لئے آگے بڑھے مگر ضعف کے سبب تخت کی سیڑھیوں پر چڑھ نہ سکے - ملکہ نے اپنے چچا کو تکلیف دینی گوارا نہ سمجھی - اور فوراً تخت سے اتر کر ڈیوک کے گلے میں باہیں ڈال کر کہنے لگی - "چچا! میں وُہی آپ کی بھتیجی وکٹوریا ہوں"- اگرچہ بادی النظر میں یہ واقعہ معمولی سا دکھائی دیتا ہے - لیکن اس سے ملکہ کی خوش اخلاقی اور نرم مزاجی کا بدیہی ثبوت ملتا ہے ؛

جس وقت ملکۂ وکٹوریا نے توسن حکمرانی کی باگ ہاتھ میں لی۔ تو سلطنت برطانیہ کا کُل رقبہ سترہ لاکھ ستاسی ہزار مربع میل تھا۔ لیکن ملکۂ موصوفہ کی عقلمندی دور اندیشی اور تدبّر کی بدولت سلطنت کو اتنی ترقی ہوئی۔ کہ آج چوبیس گھنٹے میں سے ایک منٹ کے لئے بھی آفتاب اس کی قلمرو میں سے باہر نہیں جاتا ہے۔ چنانچہ کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ۔ بحرالکاہل کے متعدد جزائر۔ ہندوستان۔ برٹش جنوبی افریقہ۔ برٹش مشرقی اور مغربی افریقہ۔ مصر۔ سوڈان وغیرہ اسی عہد حکومت میں سلطنت برطانیہ سے ملحق ہوئے ؛

ملکۂ وکٹوریا کی شادی خانہ آبادی۔ پارلیمنٹ کی منظوری سے ۲۰۔ فروری ۱۸۴۰ء کو شہزادہ چارلس البرٹ کے ساتھ بڑی دھوم دھام کے ساتھ منائی گئی یہ شہزادہ رشتہ کے لحاظ سے ملکہ کا ماموں زاد بھائی تھا۔ اور جرمنی میں سکونت پذیر تھا۔ لیکن شہزادی کے بعد اس کا انگلستان میں رہائش رکھنا لازمی ہوگیا پارلیمنٹ نے اس کو پرنس کانسرٹ کا خطاب دے کر تین ہزار پونڈ کا وظیفہ مقرر کیا۔ اس شادی سے ملکۂ وکٹوریا کے ہاں نو بیٹے بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جن میں سے شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم سب سے بڑے تھے اور ملکہ کے عہد حکومت میں پرنس آف ویلز کے لقب سے ملقب رہے۔ شہزادہ نے انگلستان میں رہتے ہوئے کبھی سیاسی معاملات میں دخل نہیں دیا۔ بلکہ اپنی تمام طاقتیں لوگوں کی مجلسی اور معاشرتی اصلاح میں صرف کیں۔ جن کے باعث وہ بہت جلد باشندگان انگلستان میں ہردلعزیز ہوگئے اور اُن کی ذات پاک سے انگلستان کو بے شمار فوائد نصیب ہوئے۔ لیکن یہ پاک ہستی شادی کے ۲۱۔ سال بعد ۱۶ دسمبر ۱۸۶۱ء کو دُنیا کے تمام بکھیڑوں سے الگ تھلگ ہوکر ہماری رحم دل ملکہ کے دل پر ناقابل برداشت صدمہ چھوڑ گئے۔ اور اُن کے فوت ہونے سے تمام سلطنت

میں رنج وغم کے آثار پھیل گئے۔ اگرچہ اس صدمہ جانکاہ سے ملکہ کو بہت قلق ہوُا لیکن فرض کی ادائیگی راستے میں حائل تھی۔ اُس نے اپنے تمام ذاتی مصائب کو بالائے طاق رکھ دیا اور سادہ زندگی اختیار کرکے سلطنت کی بہبود میں ہمہ تن مصروف ہوگئیں۔ رعایا کے ساتھ ان کو اتنا پیار تھا۔ کہ وہ ایک لمحہ بھی امورِ سلطنت اور اُن کی بھلائی سے ایک دم غافل نہیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ بعض اوقات جب وزیر اعظم ضروری مراسلات پر دستخطوں کے لئے پیش کرتے تھے۔ تو بڑے غور وخوض اور تفتیش کے بعد ان پر حکم لکھا کرتی تھیں۔ انہی اوصاف ستودہ کے باعث لارڈ ملبورن وزیر اعظم کہا کرتا تھا۔ کہ مَیں ایک ملکہ کی نسبت دس بادشاہوں کے کاموں کو اچھی طرح سرانجام دے سکتا ہوں ؛

ہندوستان کی ترقی اور بہبودی کا اُنہیں بڑا خیال تھا۔ جس وقت حکومتِ ہندوستان کمپنی کے قبضے سے نکل کر براہ راست تاج برطانیہ کے ماتحت چلی گئی۔ تو آپ نے 1857ء کے اعلان حقوق کا مسودہ اپنی قلم سے تیار کیا۔ اور لارڈ کیننگ وائسرائے اوّل نے اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرواکر ملک کے مختلف اقطاع میں تقسیم کیا۔ اس کے بعد ہندوستان کے حالات سے وقفیت حاصل کرنے کے لئے خود اردو زبان سیکھی۔ اور اپنے بیٹے شہزادہ البرٹ ایڈورڈ ولی عہد سلطنت کو ہندوستان کی سیاحت کے لئے روانہ کیا۔ جس نے بڑے بڑے امصار وقصبات کا ملاحظہ کیا اور رئیسان اور راجگان ہند سے ملاقات کرکے واپسی پر سارے حالات کی رپورٹ اپنی والدہ معظمہ کی خدمت میں پیش کی۔ جس سے متاثر ہو کر ملکۂ وکٹوریا نے 1877ء میں خطاب قیصر ہند اختیار کیا۔ ہندوستانیوں نے بھی جوبلی اور ڈائمنڈ جوبلی کے موقعہ پر اپنی وفاداری کا عملی ثبوت دے کر اپنی پیاری ملکہ کی یاد میں کئی یادگاریں قائم کیں۔ ان موقعوں پر دہلی میں ایسے بے نظیر عظیم الشان

جلسے ہوئے۔ کہ اُن کی نظیر تاریخ ہندوستان میں نہیں ملتی ہے ؎

"سلطنت برطانیہ"
از
البا رام کے ایل

شہنشاہِ ایڈورڈ ہفتم

شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم ۹ - نومبر ۱۸۴۱ء کو پیدا ہوئے۔ اور ۵ - جنوری ۱۸۴۲ء کو شہنشاہ فریڈرک قیصر جرمنی کی موجودگی میں جنھوں نے دینی باپ کی خدمات بجالانا منظور کیا تھا اصطباغ کی رسم ادا کی گئی۔ اس وقت آپ کا نام البرٹ ایڈورڈ رکھا گیا۔ مگر بعد میں آپ ملکۂ وکٹوریا کی وفات پر تخت نشین ہوئے تو ملکہ کی وصیّت کے بموجب اپنے نام کا پہلا حرف البرٹ ترک کر کے صرف ایڈورڈ کے مبارک نام سے شاہی فرامین کو مزین کرنے لگے ؎

ملکۂ وکٹوریا اور پرنس کانسرٹ نے ان کو اعلےٰ تعلیم دلوانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اس غرض کے لئے بڑے بڑے فاضل اجلّ اور علامۂ دہر منتخب کئے گئے۔ جن کی تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شہزادہ موصوف دنیاوی تعلیم کے علاوہ دینی اور اخلاقی تعلیم میں بھی ماہر ہو گئے۔ اور بادشاہ بن کر اپنے لئے 'امن جو' کا اعلےٰ خطاب حاصل کیا۔ شروع سے ہی نرم مزاج پایا ہوا تھا۔ اگر کسی مرد یا عورت کو تکلیف میں دیکھتے۔ تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ اور جب تک اُس کی امداد نہ کر لیتے تو چین سے نہ بیٹھتے۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ آپ باہر سیر کرنے کے لئے چلے گئے۔ راستے میں ایک بوڑھی عورت کو کچھ بوجھ اُٹھائے دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُس کا کوئی لڑکا نہیں ہے،

جو اس بڑھاپے کے وقت اُس کی جگہ کام کر کے کچھ روزی کماتا اور اُس کی مدد کرتا ۔ دل پر سخت چوٹ لگی اور اپنی جیب سے ایک گھوڑا خرید دیا۔ تاکہ وہ آیندہ اُس پر بوجھ لاد کر منڈی میں لے جایا کرے۔ اسی قسم کے کئی واقعات اُن کی زندگی میں آئے۔ اور اُنھوں نے ہر بار اپنے آپ کو ملکۂ وکٹوریا کی لائق ترین اولاد ثابت کیا۔

تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے 1860ء میں کینیڈا کی پارلیمنٹ کی افتتاحی رسم ادا کی۔ اور وہاں سے اضلاع متحدہ امریکہ کی سیاحت کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں جہاں جہاں سے گزر ہؤا۔ ہزاروں لوگ شہزادہ کو دیکھنے کے لئے موجود تھے۔ واشنگٹن پہنچ کر آپ نے جرنیل واشنگٹن مرحوم کے مقبرے کی زیارت کی اور اپنی فراخ دلی اور اخلاقی جُرأت کا اظہار کیا۔ وہاں کے لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ واشنگٹن نے انگریزوں کے خلاف جنگ ہائے آزادی کا اعلان کیا تھا اس لئے شہزادہ کبھی اپنے ملک کے دشمن کی قبر پر نہیں جائے گا لیکن وہ پاک رُوح ایسی تنگ خیالی سے مبرّا تھی۔ اُس نے سب کی توقع کے خلاف نہ صرف مقبرے کی زیارت ہی کی۔ بلکہ اظہار ادب سے باشندگان امریکہ کے دلوں کو مسخر کر لیا۔ جس کا ثبوت اُس وقت کے پریذیڈنٹ کی چٹھی سے ملتا ہے۔ جو اُس نے اس بارے میں ملکۂ وکٹوریا کی خدمت میں ارسال کی تھی۔

شہزادہ ویلز (ملکہ کے عہد حکومت میں آپ شہزادہ ویلز کے لقب سے پکارے جاتے تھے) کی منگنی شہزادی الیگزینڈرا دختر شاہ ڈنمارک سے ۹۔ ستمبر 1862ء کو قرار پائی۔ پارلیمنٹ کی طرف سے لارڈ پامرسٹن وزیر اعظم نے مبارکباد دی۔ اور پچاس ہزار روپے اخراجات کے لئے منظور کئے۔ دلھن کو اپنے وطن سے لندن آنے میں نوروز صرف ہوئے۔ اور 7۔ مارچ 1863ء کو شہزادہ ویلز نے بمقام گریوسینڈ ان کا استقبال کیا۔ اور وہاں سے ریل کے راستے لندن میں



HER MAJESTY QUEEN ALEXANDRA.

تشریف فرما ہوئے۔ ۱۰۔ مارچ 1863ء کو ونڈسر کے عبادت خانہ سینٹ جارج میں شادی کی رسومات ادا کی گئیں۔ اس موقعہ پر جس قسم کی خوشیوں کا اظہار کیا گیا۔ ان کا ذکر کرنا آسان نہیں ہے۔ ہر ایک آدمی عورت اور بچے کے چہرے پر سُرخی دوڑ رہی تھی۔ اور ہر ایک یہی زبان سے کہتا سُنائی دیتا تھا۔ کہ

یا الٰہی اس جوڑے کو سلامت رکھیو!

8 - جنوری 1864ء کو خدائے برتر نے پرنس آف ویلز کو ایک لڑکا عطا کیا۔ جس کی خبر سُنتے ہی سارے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور ملکۂ وکٹوریا یہ مژدۂ جانفزا سُن کر جامے میں پھولی نہ سمائی۔ ہر طرف سے مبارک بادی کے تار آنے لگے۔ اور شاہی خاندان شاد و مسرور دکھائی دینے لگے۔ 3۔ جون 1865ء کو ایک اور لڑکا مارل براہاؤس میں پیدا ہوا۔ اور اس کا نام جارج فریڈرک ارنسٹ ایلبرٹ رکھا گیا۔ اس کے بعد تین لڑکیاں اور ایک لڑکا پیدا ہوئے +

پرنس آف ویلز اور شہزادی ایلگزینڈرا شادی کے بعد سینڈرنگھم میں رہنے سہنے لگے۔ یہ مکان ملکۂ وکٹوریا اور شہزادہ ایلبرٹ نے خاص طور پر اس غرض کے لئے خریدا تھا۔ یہاں رہ کر وہ اپنے بچّوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہے۔ شہزادی کو چینی کے برتنوں کا بڑا شوق تھا۔ اُس نے ہر قسم کے نمونے جمع کئے اور ایسی زیب و زینت اور قرینے سے رکھا۔ کہ انسان دیکھ کر دنگ رہ جاتا تھا شاہی اصطبل میں اعلےٰ نسل کے فرانسیسی اور لیپ لینڈ کے گھوڑے اور ناروے کے خچر موجود رہتے تھے۔ جب شہزادی شکار کے لئے یا یورپ کے دیگر ملکوں کی سیاحت کے لئے جایا کرتی تھی۔ تو اُن کو اپنے ساتھ لے جاتی تھی۔ 1874ء میں شہزادہ ویلز کے چھوٹے بھائی شہزادہ ایلفرڈ کی شادی کے موقع پر شہزادہ اور شہزادی دونو کو روس جانا پڑا۔ اور سینٹ پیٹرزبرگ د موجود

لینن گریڈ) میں پہنچ کر زار روس کے مہمان بنے - اسی سال زار انگلستان تشریف لائے - جس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ ان ملاقاتوں سے دونو اقوام کے تعلقات نہایت خوشگوار ہو گئے ؞

1875ء میں شہزادہ نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا - اور تین مہینے تک بمبئی - کلکتہ اور مشہور مقامات کا دورہ کیا - ہندوستانیوں نے سچے دل سے آپ کا استقبال کیا - اس موقع پر آپ نے حیدرآباد - میسور اور دیگر بڑی بڑی ریاستوں میں تشریف لے جا کر راجگان ہند کو ملکہ کے حضور میں اظہار عقیدت پیش کرنے کا موقعہ دیا - واپسی پر آپ نے ہندوستانیوں کی طرف سے مترجم بن کر سب حالات اپنی والدہ کی خدمت میں عرض کئے - اور اُنہوں نے خطاب قیصرِ ہند اختیار کر کے ہندوستانیوں کی دیرینہ خواہشات کو پورا کیا ؞

1887ء میں ملکۂ وکٹوریا کو عنان حکومت ہاتھ میں لئے ہوئے پچاس سال گزر گئے - اس موقعہ پر جشن جوبلی منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا - اور شہزادہ کے لئے اس بڑے بھاری کام کے انتظام اور ملک ملک کے بادشاہوں اور نمایندوں کی خاطرداری اور مہمان نوازی کا کام سپرد ہوا - اس کے علاوہ لندن میں شاہی نمائش کے ہندوستانی حصہ کی دیکھ بھال بھی اُن کے ذمے تھی - مگر اُنہوں نے شہزادی کی مدد سے شبانہ روز محنت کر کے اس اہم کام کا ایسا عمدہ انتظام کیا - کہ سب دیکھ کر حیران رہ گئے - اس واقعہ کے ایک سال بعد شہزادہ کی شادی کو پچیس سال ہو گئے - اُس کے منانے کے لئے ۱۰ - مارچ 1888ء کو روپہلی شادی منائی گئی - اور جتنے تحفے اس موقعہ پر اُنہیں حاصل ہوئے - سب چاندی کے بنے ہوئے تھے - شہر میں چراغ روشن کئے گئے - اور لوگوں نے خوب خوشیاں منائیں ؞

جولائی سنہ 1889ء میں شہزادہ کی سب سے بڑی لڑکی کی شادی ارل آف فائیف سے ہوئی - اور اسی سال کے اخیر میں اُن کے بڑے صاحبزادے شہزادہ البرٹ ہندوستان کی سیاحت کے لئے تشریف لائے - آپ نے اس موقع پر بہت سے راجاؤں - نوابوں اور رئیسان ہند سے ملاقات کی - اور ہندوستان کے متعلق بہت سے تجربات حاصل کرکے واپس انگلستان چلے گئے - مگر افسوس ۱۴ - جنوری سنہ 1892ء کا دن شہزادہ - شہزادی اور ملکہ وکٹوریا کے نرم دلوں کو زخمی کرنے والا ثابت ہوا - اور آپ کی وفات حسرت آیات کا مرثیہ اُنہیں سننا پڑا - بچے کے مرنے کے بعد شہزادہ اور شہزادی ویلز ڈیوک آف ڈیون شائر کے مکان کومپٹن پلیس میں چلے آئے - لوگوں نے اسٹیشن سے لے کر مکان تک ماتمی لباس میں ان کا استقبال کیا - اور کمال خاموشی کے ساتھ اظہار ہمدردی کر کے اُن کے زخمی دل پر امید کا پھایا رکھا ؛

6 - جولائی سنہ 1893ء کو شہزادہ ویلز کے دوسرے لڑکے ڈیوک آف یارک (ہمارے موجودہ شہنشاہ جارج پنجم) کی شادی شاہزادی میری ڈچز آف ٹیک کی دختر سے قرار پائی - اس تقریب پر شاہ ڈنمارک اور اُن کی بیگم بھی شریک ہوئے ملکہ وکٹوریا بذاتِ خود اپنے پوتے کی شادی خانہ آبادی دیکھنے کے لئے ملکہ ڈنمارک زار روس - ولی عہد جرمنی - امراء و وزراء انگلستان اور تمام سلطنتوں کے سفیروں کے ساتھ سینٹ جیمس چرچ میں موجود تھی - آرچ بشپ آف کنٹربری نے رسوم شادی ادا کیں - اور ایک سو ایک توپوں کی سلامی سر ہوئی - شاہی محل کے گرد ہزاروں آدمیوں کا مجمع تھا - اور سب شہزادہ اور شہزادی کی درازئ عمر کے لئے دُعائیں مانگتے تھے - ملکہ وکٹوریا دولہا دلہن کو لے کر محل کی چھت پر کھڑی ہوگئیں - اور لوگوں کا شکریہ ادا کیا - 23 - جون سنہ 1894ء کو ڈیوک آف یارک کے ہاں لڑکا

پیدا ہؤا۔ اور سب سے پہلے شہزادی ویلز نے اُسے اپنے محل وائٹ لاج (White lodge) میں منگوا کر دیکھا۔ پرنس آف ویلز بھی اپنے پوتے کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ چنانچہ اُس دن سے لے کر اپنے شہنشاہیت کے زمانے میں بھی ان کی تعلیم و تربیت کے لئے کچھ نہ کچھ وقت نکال ہی لیتے تھے۔ شہزادی نے اپنے پوتے کا نام ایڈورڈ جارج رکھا۔ جو آج کل ولی عہد سلطنت کے فرائض ادا کرتے ہیں ۔

جنوبی افریقہ میں جنگ بوئر کے سبب انگریزی فوجیں برسرِ پیکار تھیں۔ کیونکہ بوئر تمام جنوبی افریقہ پر قبضہ کر کے انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے درپے تھے۔ ایسے نازک وقت ملکۂ وکٹوریا سخت بیمار ہو گئیں۔ جونہی شہزادہ کو یہ خبر ملی۔ فوراً لندن میں چلے آئے۔ ہر چند علاج معالجہ کیا۔ مگر کچھ کارگر نہ ہؤا۔ آخر ۲۱۔ جنوری ۱۹۰۱ء کے روز شام کے چھ بج کر پینتالیس منٹ پر ان کی روح عنصری پرواز کر گئی اور ساری سلطنت میں ماتم کے بادل چھا گئے۔ شہزادہ نے اُسی وقت ملکہ کے انتقال کی خبر لندن کے لارڈ میئر کو ارسال کی اور سارے شہر میں ہڑتال مچ گئی ۔

ملکۂ معظمہ کی وفات پر آپ تاج و تخت کے وارث قرار پائے۔ تاج پوشی کی رسم کی ادائیگی کے لئے 26۔ جون ۱۹۰۲ء کا دن مقرر ہؤا۔ اور کارپردازان جشن تاج پوشی کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ مگر آپ کے یکایک بیمار ہو جانے کے باعث یہ رسم ملتوی کرنی پڑی۔ اور تمام ملک پر مایوسی چھا گئی لیکن خدا کی مہربانی سے چند روز میں صحت درست ہو گئی۔ اور ۹۔ اگست ۱۹۰۲ء کو لندن میں آپ کی تخت نشینی کی رسومات ادا کی گئیں۔ دوسرے سال یکم۔ جنوری ۱۹۰۳ء کو لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے ہندوستان کے سابق دارالخلافہ

دہلی میں بڑا بھاری دربار منعقد کیا۔ جس میں سب والیان ریاست ۔ صوبوں کے گورنر۔ امام مسقط۔ مہاراجہ نیپال کا نمایندہ اور بڑے بڑے رؤسائے ہند شامل ہوئے ؛

آپ کا عہد حکومت بہت مختصر ثابت ہؤا۔ مگر اس زمانے میں یورپ کے سیاسی معاملات اس قدر اُلجھے ہوئے تھے کہ صرف آپ کے وجود مبارک سے ہی یہ گتھی سلجھی رہی۔ آپ نے بین الاقوامی تنازعات کے فیصلے کے لئے ہیگ واقع ہالینڈ میں ایک اعلٰے عدالت قائم کروائی۔ تاکہ مختلف ممالک کے بادشاہ باہم اکٹھے ہو کر متنازعہ فیہ امور کا بخوبی فیصلہ کر سکیں۔ اُن کی کوششوں کا یہ نتیجہ ہؤا کہ کئی معاملات جن پر لڑائی ہونا یقینی امر تھا بادشاہوں کے درمیان صلح وصفائی ہوگئی۔ اس کے علاوہ آپ ممالک یورپ میں شاہان سے ملنے اور تبادلۂ خیالات کرنے بھی جایا کرتے تھے۔ اسی لئے تاریخ عالم میں آپ کا نام شہزادہ امن مشہور ہو گیا۔ شروع مئی سنہ ۱۹۱۰ء میں فرانس اور دیگر مقامات کا سفر کرکے انگلستان واپس تشریف لائے۔ لیکن سفر کی تکان کے باعث نزلہ اور خراش کی شکایت پیدا ہوگئی۔ شاہی معالجوں نے ہر چند مستعدی سے علاج کیا۔ مگر دوسرے دن حالت بگڑ گئی اور تمام ڈاکٹروں نے متفقہ طور پر رائے دی۔ کہ مرض خطرناک ہے۔ منٹوں میں ہی یہ منحوس خبر بجلی سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ سارے شہر میں پھیل گئی۔ اور جس کسی نے سنا ہکا بکا رہ گیا۔ سب لوگ اپنے عزیز شہنشاہ کی سلامتی کے لئے خدا کے حضور میں دعائیں مانگنے لگے۔ مگر افسوس کہ ایسی عظیم الشان ہستی سب کے دلوں پر داغ حسرت چھوڑ کر عالم بالا کو رخصت ہوئی۔ اُسی وقت دستور کے مطابق امراے پریوی کونسل نے شاہزادہ ولی عہد فریڈرک جارج کی خدمت میں عرض کی اور مالک تخت انگلستان ہوتے پر مبارک باد دی

اور آپ ۹ - مئی ۱۹۱۰ء کو باقاعدہ طور پر گریٹ برٹن و آئرلینڈ و مقبوضات انگریزی آنزدے بحرہ حامئے دین و قیصر ہند کے لقب سے تخت سلطنت پر متمکن ہوئے ‪.‬

حضور ملکِ معظّم شہنشاہِ جارج پنجم

۳ - جون ۱۸۶۵ء کو شنبہ کے روز ایک بج کر ۱۸ منٹ پر ہمارے شہنشاہ حضور جارج پنجم مارلبرو ہوس میں پیدا ہوئے - ماں باپ کی خوشی کا کیا اندازہ - جامے میں پھولے نہ سماتے تھے - حضور ملکۂ معظمہ وکٹوریا اس وقت تختِ انگلستان پر متمکن تھیں - جونہی اُنھوں نے یہ مژدہ جانفزا سنا - دل کا کنول کھل کر باغ باغ ہوگیا - بھلا ہوتا بھی کیوں نہ ہو - کیونکہ دنیا میں وہی شخص صاحب اقبال تصور کیا جاتا ہے - جو اپنی زندگی میں ہی پوتوں - پڑپوتوں کو بڑھتے پھولتے دیکھتا ہے - شہزادہ کے پیدائش کی خبر سلامی کی توپوں نے شہر لندن اور اُس کے مضافات میں پہنچا دی - چاروں طرف مبارک بادی کی صدائیں بلند ہوئیں - اور گھر گھر خوشی کے شادیانے بجنے لگے - جب شہزادہ ایک ماہ چار دن کا ہوا - تو ونڈسر کیسل میں نام رکھنے کی رسم بڑی دھوم دھام سے ادا ہوئی - ڈیوک اور ڈچز آف کیمبرج نے اس موقع پر دینی والدین کے فرائض ادا کئے - اور شہزادہ کا نام جارج فریڈرک ارنسٹ البرٹ رکھا گیا ‪.‬

بچپن سے آپ کا مزاج نرم تھا - دوسرے بچّوں کی طرح آپ ضدی نہ تھے بلکہ کم گو تھے - اسی لئے آپ کا نام "خاموش جارج" مشہور ہوگیا - ایک دن کا



His Majesty King George V.

ذکر ہے۔ کہ ملکۂ معظمہ وکٹوریا آپ کی کسی حرکت سے ناراض ہوگئیں۔ اور حکم دیا کہ میز کے نیچے کھڑے رہو۔ آپ اسی وقت اُٹھ کر چپ چاپ میز کے نیچے چلے گئے۔ اور جب تک واپس آنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ وہیں کھڑے رہے ؂

شہزادہ البرٹ ایڈورڈ وکٹر آپ کے بڑے بھائی تھے۔ جن کے لئے تخت و تاج انگلستان یقینی امر تھا۔ والدین نے دونو بچوں کی تعلیم کے لئے پہلے پہل جرمن اور فرنچ لیڈیاں مقرر کیں۔ تاکہ اُن سے دونو زبانیں سیکھ کر ان میں کامل مہارت حاصل کریں۔ دنیاوی اور دینی تعلیم کے لئے پادری جان نیل ڈالٹن اور بشپ ولبر فورس جو اپنی علمی لیاقت اور نیک اوصاف کے باعث شہرۂ آفاق تھے۔ منتخب ہوئے۔ انہوں نے نہایت محنت اور جانفشانی سے شاہزادگان کو علوم مروجہ میں ماہر کر دیا۔ 1877ء میں جہازی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دونو کو جہاز برطانیہ پر بھیجا گیا۔ اور تاکید کی گئی۔ کہ ان دونو کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جائے جو باقی طالب علموں سے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جہاز کی صفائی اور محنت و مشقت کا سب کام شہزادوں کو اپنے ہاتھ سے کرنا پڑا۔ مگر انہوں نے کبھی یہ خیال ظاہر نہیں کیا۔ کہ یہ کام ان کی حیثیت سے بعید ہے۔ بلکہ باقی طالب علموں کے ساتھ ہنسی خوشی شامل ہوتے رہے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ابتدائی مراحل طے کر لئے۔ آندھی اور طوفان کے وقت جہاز کے مستول پر چڑھتے۔ اور مشکل سے مشکل کام کے سرانجام دینے میں کبھی خوف زدہ نہ ہوتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دونو شہزادوں کی طبیعت میں جفاکشی اور فرماں برداری کی نیک عادتیں راسخ ہوگئیں ؂

9۔ اگست 1879ء کو دونو شہزادے جہاز بیکانٹی پر مقرر ہوئے۔ اور 25۔ ستمبر کو پورٹ لینڈ سے روانہ ہو کر جبرالٹر اور برج ٹون میں پہنچے۔ آخری مقام

سلطنت برطانیہ

پر آپ نے کرسمس کا تہوار بڑی شان و شوکت سے منایا اور ۲ - جنوری کو شہر کی سیر کی - یہاں کے باشندگان کو جب معلوم ہؤا - کہ اُن کی ہر دلعزیز ملکہ کے پوتے اُن کے شہر میں وارد ہوئے ہیں - تو جوق در جوق اُن کے دیکھنے کے لئے گھروں سے باہر نکل پڑے - اور روپے پیسے نچھاور کرنے شروع کئے - بعض نے اُن کی خدمت میں عمدہ عمدہ تحفے پیش کئے - جن کو آپ نے بڑی خوشی سے قبول فرمایا - یہاں سے آپ روانہ ہو کر سینٹ تھامس اور جمیکا پہنچے - جمیکا میں آپ نے گورنمنٹ ہاؤس کی سیر کی - اور شروع مئی 1880ء میں واپس لندن تشریف لے آئے - شہزادہ ویلز اور شہزادی نے دونو کو گلے سے لگا لیا اور پورے دو ماہ تک اُن کے پاس قیام کیا *

۱۵ - ستمبر 1880ء کو دونو شہزادے جنوبی افریقہ - آسٹریلیا - چین - جاپان مصر اور شام وغیرہ کی سیر و سیاحت اور دیگر ممالک کے باشندوں کی رسوم و رواجات اور عادات و اطوار کے متعلق تجربہ حاصل کرنے کے لئے جہاز بیکانٹی میں سوار ہو کر مانٹی وڈیو جنوبی امریکہ کی طرف روانہ ہوئے - راستے میں طرح طرح کے بحری نظارے دیکھتے اور مختلف جانوروں کے شکار کھیلتے وہاں پہنچ گئے - وہاں کچھ دن ٹھیر کر جہاز کو کیپ ٹاؤن جانے کا حکم صادر ہؤا - اور ۲ - جنوری 1881ء کو آپ کیپ ٹاؤن پہنچے - جہاز سے اُتر کر سیدھے گورنمنٹ ہاؤس میں تشریف لے گئے اور سر ہنری رابنسن نے آپ کی خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا - جنوبی افریقہ کی سیر و سیاحت کے بعد آسٹریلیا کی باری آئی - راستے میں طوفان کے باعث جہاز ناکارہ ہو گیا - اور دونو شہزادے تجارتی جہاز پر سوار ہو کر جنوبی آسٹریلیا کو چلے گئے وہاں لوگوں نے سچے دل سے آپ کا استقبال کیا - اور آپ سونے کی کانیں دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے - اتنے عرصے میں جہاز بیکانٹی مرمت ہو کر دوبارہ تیار

ہوگیا اور شہزادے اُس پر سوار ہو کر جزائرِ فجی کی سیر کرتے ہوئے چین اور جاپان کی طرف روانہ ہوئے۔ اور چالیس دن کے بعد یوکوہاما (بندرگاہ جاپان) میں داخل ہو گئے۔ میکاڈو شاہ جاپان نے اُن کی بڑی عزّت کی۔ اور اہل جاپان نے خوشی کا اظہار کر کے برطانیہ کے ساتھ دوستی کا ثبوت دیا۔ جہاز یوکوہاما سے چین کے مشرقی ساحل کے ساتھ ہوتے ہوئے شنگھائی کی بندرگاہ میں داخل ہُوا۔ جہاں آپ نے اُتر کر خوب سیر و سیاحت کی اور شکار کا لُطف اُٹھایا۔ شنگھائی کے بعد ہانگ کانگ۔ سنگاپور۔ کولمبو۔ کانڈی مقامات کی سیر کر کے یکم مارچ 1882ء کو سویز میں رونق افروز ہوئے۔ اہل مصر نے آپ کی تشریف آوری پر بڑی خوشی منائی۔ آتش بازی چھوڑی گئی۔ خدیو مصر اور اراکین سلطنت نے میزبانی کا حق ادا کیا۔ اور آپ نے مصر کے مشہور اور قدیم میناراٹ کو (جن میں وہاں کے بادشاہان کی نعشیں مدفون پڑی ہیں) پُراشتیاق نگاہوں سے دیکھ کر بڑا لُطف اُٹھایا۔

ماہ اپریل 1882ء میں یروشلم تشریف لے گئے۔ جہاں سلطان ٹرکی کی طرف سے رؤف پاشا فوج کے ایک دستے سمیت پیشوائی کے لئے حاضر تھا اُس نے مقاماتِ مقدسہ کی سیر کرا کر بیت المقدّس کی زیارت سے اُن کے دل کو خوش کیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر بیروت بندرگاہ کے راستے ایتھنز تشریف لے گئے اور چند روز اپنے ماموں شاہ یونان کے پاس ٹھیرے۔ آخر کریٹ۔ ویلینا اور جبرالٹر کے راستے ہوتے ہوئے 5۔ اگست 1882ء کو پورٹ لینڈ میں واپس آ گئے ساحل پر جناب ایڈورڈ اور شہزادی الگزینڈرا اپنے نونہالان کو دیکھنے کے لئے کھڑے تھے۔ جونہی اُن کی نظر شہزادوں پر پڑی۔ دل کی کلی کھل گئی۔ اور بڑے پیار سے گلے لگا کر اپنے ساتھ لندن لے آئے۔ یہاں پہنچتے ہی شہزادے سیدھے ملکۂ وکٹوریا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس سفر سے سلطنت برطانیہ کو کئی قسم کے فوائد حاصل ہوئے۔ مختلف ملکوں کے ساتھ رابطۂ اتحاد پیدا ہو گیا۔ شاہزادوں نے کئی ممالک کی سیر و سیاحت کر کے اپنے ذخیرۂ خیالات میں ترقی کی۔ اور لوگوں کو معلوم ہو گیا۔ کہ شاہی خاندان کے شہزادے کس جاہ و حشمت کے مالک ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر انہوں نے اطاعت۔ ہمدردی۔ محنت اور جفاکشی اور استقلال کا سبق سیکھا ۔

واپسی پر شہزادہ البرٹ وارث تخت ہونے کے سبب ملکی تعلیم میں مصروف ہو گیا۔ مگر ہمارے شہنشاہ بدستور جہازی مشاغل میں مصروف رہے۔ اور 1883ء میں جہاز کینیڈا کے ہیڈ شپ مقرر ہو کر آپ نے کینیڈا اور غرب الہند کا سفر کیا۔ اس کے بعد گرینچ کے بحری کالج میں تعلیم حاصل کر کے اعلےٰ درجے کا امتحان پاس کیا۔ اور پانچ چھ سال کے عرصہ میں مختلف جہازوں پر کام کر کے ترقی کے سب مدارج طے کئے۔ حتےٰ کہ 1889ء میں تارپیڈو جہاز نمبر ۷۹ کے کپتان مقرر ہو گئے اور دوسرے سال آپ جہاز تھرش کے کپتان کی حیثیت میں کام کرتے رہے۔ یہاں ایک بدچلن سپاہی سے واسطہ پڑا۔ اس کو متواتر کئی دفعہ سزا بھی مل چکی ہوئی تھی۔ مگر وہ اپنی ناشائستہ حرکات سے باز نہیں آتا تھا۔ آپ نے اُس کے سابقہ اعمالنامے کو چاک کر کے کہا۔ کہ اب تمہیں اپنی پچھلی کرتوتوں کا خوف نہیں رہا۔ اس لئے خوب دل لگا کر کام کرو۔ اور نیک کام پیدا کرو۔ مجھے قوی امید ہے کہ تم اس اعتبار کو زائل نہ کرو گے۔ شہزادہ کی اس مہربانی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ سپاہی بڑا نیک اور بہادر بن گیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں حوالدار میجر کے رتبے پر پہنچ گیا ۔

اسی طرح آپ جب سالونیکا میں جہاز پر کام کر رہے تھے۔ تو ترکی گورنر کو آپ کی آمد کا علم ہوا۔ وہ اُسی وقت ملاقات کے لئے بندرگاہ پر پہنچا۔ نوکروں



Her Majesty Queen Mary.

نے آپ کو گورنر کے آنے کی اطلاع دی۔ اُسی حالت میں آستین چڑھائے کالے کپڑے پہنے پاشا کے سامنے آ گئے۔ اُس نے سمجھا کہ میرے ساتھ تمسخر کیا جا رہا ہے کہاں شاہی خاندان کا شاہزادہ اور کہاں یہ حالت۔ مگر جب اُس کو یقین دلایا گیا۔ کہ یہی شہزادے ہیں۔ تو سخت متعجب ہوا۔ اس قسم کے واقعات ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اُنھوں نے کس مستعدی اور دلی خلوص کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا ۔

۱۴۔ جنوری ۱۸۹۲ء کو اُن کے بڑے بھائی پرنس البرٹ وکٹر عین عالم شباب میں مر گئے۔ اور شاہی خاندان۔ باشندگان انگلستان اور رعایائے مفتوحہ ممالک کے دلوں کو زخمی کر گئے۔ ان کی موت کے باعث ولی عہد سلطنت کی تمام ذمہ واریاں شہزادہ جارج کے سر پر آ پڑیں اور مجبوراً اُنھیں بحری خدمات سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ 25۔ مئی ۱۸۹۲ء کو حضور ملکۂ معظمہ نے اُنھیں ڈیوک آف یارک، ارل آف ورنس، بیرن آف کلارنی کا خطاب عطا کیا۔ اور ۱۶۔ جون کو پارلیمنٹ میں حلف لینے کی رسم ادا کر کے بحیثیت ولی عہد دارالامرا کے رکن بن گئے۔ اس موقع پر لارڈ سالسبری وزیر اعظم انگلستان نے آپ کی ذاتی خوبیوں اور نیک اوصاف کے متعلق ایک نہایت عمدہ تقریر کی جس کو سن کر سب حاضرین بہت خوش ہوئے ۔

شہزادہ وکٹر کی سگائی شہزادی میری سے ہو چکی تھی۔ اور شادی کے دن بالکل قریب تھے۔ مگر افسوس کہ اُن کی بے وقت موت سے معصوم شہزادی کے دل پر سخت ٹھیس لگی۔ اور وہ مغموم رہنے لگیں۔ مگر ملکۂ معظمہ وکٹوریا نے سابقہ تعلقات کو قائم رکھتے ہوئے شہزادہ جارج کے ساتھ شادی کا انتظام کر دیا۔ اور 6۔ جولائی ۱۸۹۳ء کو قصر کنسنگٹن میں آرچ بشپ آف کنٹربری نے شادی

کی رسومات ادا کیں - اس مبارک تقریب میں زار روس - ولی عہد جرمنی - شاہ و ملکۂ ڈنمارک - مختلف ملکوں کے سفیر اور انگلستان کے امرا وزرا شامل تھے - سارے شہر کو نئی دلہن کی طرح سجایا گیا - اور لوگوں نے کئی طریقوں سے اظہار مسرت کیا ؛

شہزادی کے والد فرانسیس ڈیوک آف ٹک اور والدہ ڈچز آف ٹک کا شجرۂ نسب جارج دوم شاہ انگلستان سے ملتا تھا - اور شاہی خاندان میں یہ پہلی شادی تھی - جس میں دولھا اور دُلہن دونو انگریزی قوم کے افراد تھے - آپ کی تاریخ پیدائش 26 - مئی 1867ء ہے - اور جب آپ دو ماہ کی ہوئیں تو کنٹر بری کے لاٹ پادری نے قصر کنسگٹن میں اصطباغ کی رسم ادا کی تھی - ڈچز آف ٹک نے آپ کی پرورش اور تربیت میں نہایت احتیاط سے کام لیا - اور ہر قسم کی تعلیم دے کر اُن کو مہذب لیڈی بنا دی - چنانچہ آپ فرانسیسی اور جرمن زبانوں کے علاوہ علم موسیقی - سوزن کاری اور مصوری میں بھی ماہر ہیں - خدا نے آپ کو 23 - جون 1894ء سے لے کر تادم تحریر پانچ لڑکے اور ایک لڑکی عطا کر کے اپنے فضل و کرم کا اظہار کیا - جن میں سے سب سے بڑے صاحب زادے البرٹ کرسچن جارج اینڈریو پیٹرک ڈیوڈ 23 - جون 1894ء کو عالم ہستی میں آئے - اور آج کل پرنس آف ویلز کے عہدہ پر ممتاز ہیں ؛

شادی کے تین سال بعد آپ معہ ملکہ میری آئرلینڈ کی سیر کے لئے روانہ ہو گئے - وہاں کے لوگوں نے بڑے جوش و خروش سے آپ کا استقبال کیا اور ڈبلن میں ایک ہفتہ تک قیام کرنے کے بعد آئرلینڈ کے دیگر مقامات کا ملاحظہ کیا - ہر مقام پر آپ نے نہایت اعلےٰ درجہ کی تقریر کی اور باشندگان آئرلینڈ کے ذہن نشین کیا - کہ اُن کے ملک کی بھلائی اور ترقی اسی امر میں پنہاں ہے - کہ وہ سلطنت برطانیہ کے ساتھ وابستہ رہے - واپسی پر اُنھوں نے سب



His Royal Highness The Prince of Wales.

حالات اور لوگوں کی عقیدت کا ذکر ملکۂ معظمہ کو سُنایا۔ جنہوں نے خوش ہو کر وائسرائے آئرلینڈ کو دلی شکریہ کا تار ارسال کیا۔ اس کے بعد اُنہیں ایک سے زیادہ دفعہ آئرلینڈ جانے کا اتّفاق ہؤا۔ مگر لوگوں نے جس عقیدت اور دلی خلوص کے ساتھ اُن کا خیر مقدم کیا۔ اُس کا ایک زمانہ شاہد ہے ٭

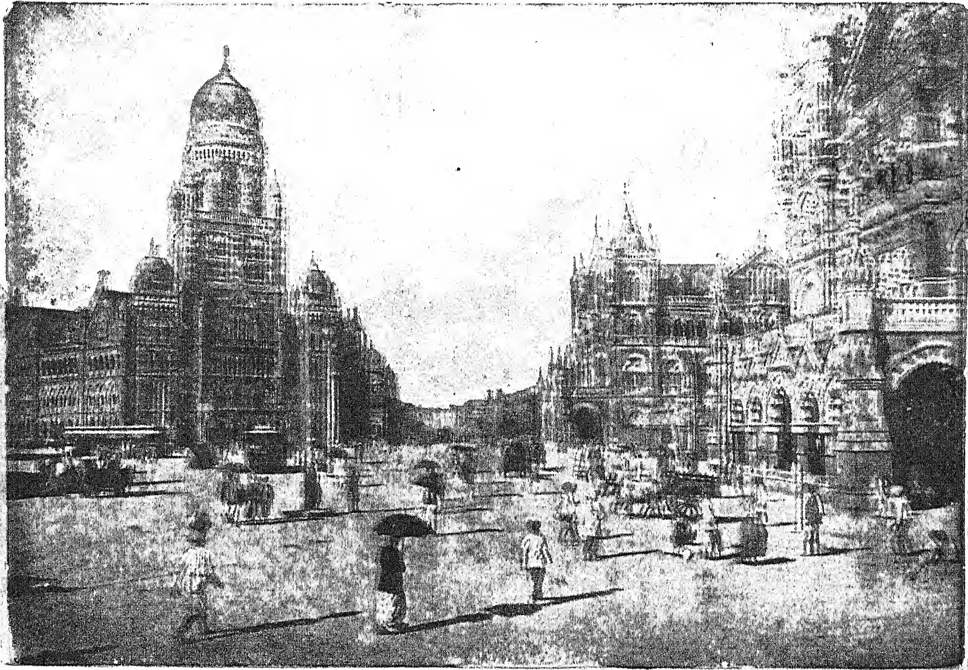
23۔ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو ملکۂ معظمہ وکٹوریا نے وفات پائی اور شہزادہ ایڈورڈ ولی عہد سلطنت ایڈورڈ ہفتم کے لقب سے انگلستان کے تخت پر رونق افروز ہوئے۔ اس موقعہ پر شاہزادہ کو "ڈیوک آف کارنوال۔ ڈیوک آف رتھ سے ارل آف کیرک۔ بیرن آف رن فریو۔ لارڈ آف دی ایلس۔ گریٹ اسٹورڈ آف سکاٹ لینڈ" کے خطابات عطا ہوئے ٭

ملکۂ وکٹوریا کے عہد حکومت میں ہی آسٹریلیا کو حکومت خود مختاری عطا کرنے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ مگر اُن کی ناگہانی موت کے باعث یہ کام کچھ عرصہ تک معرض التوا میں پڑا رہا۔ آخر ایڈورڈ ہفتم نے اپنے ولی عہد شہزادہ جارج کو وہاں کی پارلیمنٹ کے افتتاحی رسم ادا کرنے کے لئے ۱۶۔ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء کو روانہ کیا۔ جہاز اوفر شاہزادہ جارج اور شہزادی میری کو لے کر جبرالٹر۔ مالٹا عدن۔ سیلون۔ سنگاپور۔ سماٹرا اور آبنائے سنڈا سے گزرتا ہؤا مئی کے شروع میں ملبورن پہنچ گیا۔ راستے میں کئی باج گزار والیان ریاست نے بڑی خاطر تواضع کی۔ اور لوگوں نے وفاداری اور اطاعت کا اظہار کر کے اپنی نیک نیتی کا ثبوت دیا۔ کئی مقامات پر دربار منعقد کئے گئے۔ جن میں رؤسا اور سفرا شامل ہو کر نذریں پیش کرتے رہے۔ سنگاپور کے قریب سلطان پریک سے ملاقات کی اور اُسے سی۔ ایم۔ جی کا خطاب عطا کیا ٭

ساحل آسٹریلیا پر قدم رکھتے ہی بحری فوج کے جہازوں نے اکتیس ضرب

توپوں کی سلامی دی۔ اور تمام حکام اور افسران شہر نے آپ کا پُرتپاک خیر مقدم ادا کیا۔ دور دور سے مرد۔ بچے اور عورتیں شہزادہ کو دیکھنے کے لئے آئے ہوئے تھے "شہزادہ سلامت رہے" کے نعروں سے آسمان گونج اُٹھا۔ اور جلوس بڑی شان و شوکت کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ ۹۔مئی ۱۹۰۱ء کو حکام اعلےٰ۔ امرا۔ وزرا اور ممبران کونسل کی موجودگی میں پارلیمنٹ کی افتتاحی رسم ادا کی گئی۔ اس موقع پر آپ نے اپنے والد بزرگوار کا شاہی فرمان پڑھ کر سنایا۔ جس کا لُب لباب ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

"ملکۂ معظمہ وکٹوریا اپنی زندگی میں یہ منظور کر چکی تھیں کہ شاہزادہ جارج پارلیمنٹ کی افتتاحی رسم ادا کریں۔ جنگ ٹرینسوال میں آسٹریلیا نے جو مدد دی ہے۔ اس سے دو ممالک کے تعلقات تا ابد قائم رہیں گے۔ اور اپنی رعایا کی بہبودی اور ترقی ہمیشہ شہنشاہ کے مدّنظر رہے گی"۔ یہاں سے فراغت پاکر آپ نے جنوبی افریقہ کا سفر فرمایا۔ اور جنگ بوئر کے باعث جو کلفت بوئروں کے دلوں میں بیٹھ گئی تھی۔ اُس کو اپنے جادو بھرے الفاظ سے دور کرکے اُن کے دل کو تسکین دی۔ اس موقع پر ہزاروں دیسی رؤسا۔ انگریزی حکّام اور حبشی سرداروں کی موجودگی میں آپ نے فرمایا۔ کہ "جو محبت ملکۂ معظمہ کو اپنی پیاری رعایا سے تھی۔ اُس کو اُن کے فرزند دلبند شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم قائم رکھیں گے۔ اور رعایا بھی اُسی عقیدت سے اُن کے ساتھ پیش آئے گی"۔ اس تقریر سے بوئر مطمئن ہو گئے۔ اور آیندہ کے لئے سلطنت برطانیہ کے لئے دست و بازو کا کام دینے لگے۔ جنوبی افریقہ سے آپ کینیڈا تشریف لے گئے۔ اور ۱۶۔ستمبر ۱۹۰۱ء کو کوبیک (کینیڈا) میں جلوہ افروز ہوئے۔ لارڈ منٹو اُس وقت کینیڈا کا گورنر جنرل تھا۔ اُس نے شہزادہ کی خاطر تواضع اور خیر مقدم



Bombay—The Gateway of India.
Victoria Terminus Stations and the Municipal Offices.

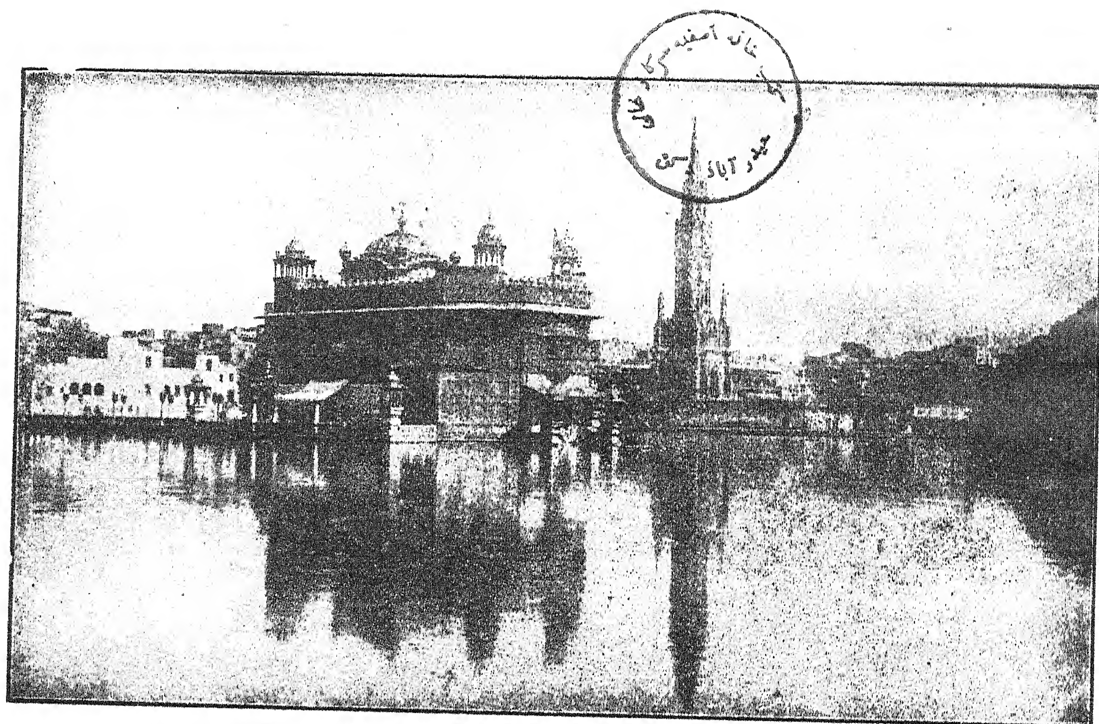
میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی ۔ یہاں سے آپ مانٹریال ۔ وین کوور ہوتے ہوئے اٹاوہ پہنچے ۔ کئی مقامات پر امریکہ کے اصلی باشندوں نے آپ کا نہایت خلوص سے استقبال کیا ۔ اور انگریزوں کے زیر سایہ امن کی زندگی گزارنے پر شکریہ ادا کیا شاہزادہ نے بھی اُن کی دلجوئی میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا ۔ جس سے وہ بہت خوش ہوئے ۔ اور اپنے شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کو شاہزادے کی معرفت دلی سلام بھیجا ۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۰۱ء کو آپ نے اٹاوہ کے مقام پر ملکۂ معظمہ وکٹوریا کی تصویر کی رسم نقاب کشی اپنے دست مبارک سے ادا کی ۔ اور بہادر سپاہیوں کو جنگ ٹرینسوال کے تمغے تقسیم کئے ۔ آخر نیوفونڈلینڈ کی سیر و سیاحت کر کے جہاز اوفر پر سوار ہو کر اپنے وطن کو واپس لوٹے ۔ اور جب انگلستان کے ساحل پر قدم رکھا تو شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم اور ملکۂ ایلگزینڈرا نے دونو کو باری باری گلے لگا کر اپنا دل ٹھنڈا کیا ۔ اور اہل شہر نے خوشی کا اظہار کیا ۔

۱۹۰۵ء میں اس امر کا فیصلہ کیا گیا ۔ کہ شاہزادہ جارج ولی عہد سلطنت مع بیگم صاحبہ ہندوستان کی سیر فرمائیں گے ۔ یہ مژدہ روح افزا سن کر ہندوستانیوں کی باچھیں کھل گئیں ۔ اور تیاریاں شروع ہو گئیں ۔ شاہزادہ موصوف نے ملکۂ میری سمیت جہاز رینا ؤن پر سوار ہو کر ۹ نومبر ۱۹۰۵ء کے دن پہلی بار ہندوستان کے مشہور شہر بمبئی میں نزول فرمایا ۔ اس موقع پر لارڈ کرزن وائسرائے ہند مع لیڈی کرزن خود مختار والیان ریاست اور اعلےٰ حکام استقبال کے لئے موجود تھے ۔ شہر میں آئینہ بندی کی گئی ۔ جدھر سے جلوس گزرتا تھا ۔ شادمانی اور خوشی کے نعرے بلند ہوتے جاتے تھے ۔ بمبئی کارپوریشن کے صاحب صدر سر فیروز شاہ مہتہ نے خیر مقدم کا سپاس نامہ پیش کیا ۔ جس کے جواب میں شہزادہ نے فرمایا " میں نے اپنے پدر نامور اور دادی صاحبہ ملکہ وکٹوریہ سے ہندوستان

اور ہندوستانیوں سے محبت ترکہ میں پائی ہے۔ اور اپنے بچپن سے ہندوستانیوں کے نام کے ساتھ مہربانی۔ وفاداری۔ خوش اخلاقی اور بہادری کو منسوب کرتا آیا ہوں"۔

بمبئی سے آپ 15۔ نومبر کو اندور میں تشریف لے گئے۔ اور پہلا دربار منعقد کیا۔ یہاں آپ نے کنگ ایڈورڈ ہال کی افتتاحی رسم ادا کی۔ اور مہاراجہ ہوتیا کے ہاتھی کے کرتب دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے۔ اندور سے آپ راجپوتانہ کے مشہور و معروف مہارانا اودے پور کے دارالخلافہ میں رونق افروز ہوئے۔ اور شکار کا لطف اُٹھا کر ریاست کے ہاتھی۔ گھوڑوں اور اونٹوں کا ملاحظہ کیا یہاں سے ۲۱۔ نومبر کو جے پور جلوہ افروز ہوئے۔ اس جگہ آپ نے اپنے ہاتھوں سے شیر کا شکار کیا۔ ۲۴ نومبر سے 27 نومبر تک ریاست بیکانیر میں شاہی مہمان رہے۔ اور سیر و شکار کے مشاغل میں مصروف رہے۔ بیکانیر سے روانہ ہو کر 28۔ نومبر 1905ء کو لاہور پہنچے۔ اور لاٹ صاحب پنجاب کے علاوہ راجگان پھلکیان۔ نواب بہاولپور اور راجگان کوہ ہمالیہ سے ملاقات کی اور ۷۔ دسمبر کو درۂ خیبر۔ لنڈی کوتل۔ علی مسجد مقامات کا ملاحظہ فرمایا۔ جہاں آفریدی جرگوں نے نہایت خلوص سے وفاداری کا اظہار فرمایا۔ ۹۔ دسمبر کو آپ جموں تشریف فرما ہوئے۔ اور مہاراجہ صاحب نے آپ کی آمد کی خوشی میں محتاجوں کو دعوت دی۔ اور آپ کی یادگار میں پرنس آف ویلز کالج قائم کرنے کا اعلان کیا۔

جموں سے روانہ ہو کر لاہور کے راستے امرت سر میں دربار صاحب اور خالصہ کالج کا معائنہ فرمایا اور دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہاں قطب مینار اور تاریخی یادگاروں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور ۱۶۔ دسمبر 1905ء کو



Golden Temple, Amritsar.

آگرہ میں جا قیام کیا۔ یہاں کا روضۂ تاج محل خوبصورتی اور نفاست میں بے نظیر ہے اُس کی سیر کی اور حضور ملکۂ معظّمہ کے مجسّمہ کی نقاب کشی کرکے مکڈانل پارک کی افتتاحی رسم ادا کی۔ بڑے دنوں میں گوالیار پہنچے۔ مہاراجہ صاحب نے سواری کا عظیم الشان جلوس آراستہ کیا۔ ہاتھیوں نے سلامی ادا کی اور رات کو بڑی دھوم دھام سے شاہی دعوت ہوئی۔ گوالیار سے لکھنؤ پہنچے۔ جہاں اسٹیشن پر صوبۂ اودھ کے تعلقہ داران موجود تھے انہوں نے پرُجوش استقبال کرکے ایک بڑی پرُتکلّف دعوت دی۔ اور سپاس نامہ پیش کیا۔ شہزادہ نے اس جگہ میڈیکل کالج کا بُنیادی پتھر رکھّا ۔

یہاں سے آپ کلکتہ وارد ہوئے۔ جہاں لارڈ منٹو وائسرائے ہند اور لیڈی منٹو نے آپ کا خیر مقدم ادا کیا۔ آپ نے یہاں وکٹوریا میموریل کا بنیادی پتھر رکھا اور مختلف دعوتوں میں شریک ہوکر کئی راجاؤں کو شرف ملاقات بخشا۔ اسی طرح حیدرآباد دکن۔ دارجیلنگ۔ مانڈلے۔ رنگون۔ مدراس میسور۔ بنگلور کی سیر کرکے واپس بنارس آگئے۔ بنارس سے علی گڑھ ہوتے ہوئے چمن جا پہنچے۔ جہاں سیر کرکے کراچی تشریف لے گئے۔ اس مقام پر آپ نے ملکۂ وکٹوریہ کے مجسّمہ کی نقاب کشی کی رسم ادا کی۔ اور ۱۹۔ مئی کو جہاز رینا ؤں پر سوار ہوکر انگلستان واپس چلے گئے۔ ہزاروں آدمی اور بڑے بڑے امرا وزراے سلطنت آپ کے لینے کے لئے پورٹس موتھ کی بندرگاہ پر کھڑے تھے۔ جونہی آپ نے جہاز سے قدم نیچے رکھا۔ تالیوں اور پرُجوش نعروں سے آسمان گونج اُٹھا۔ لندن میں پہنچ کر آپ نے ہندوستان کے متعلق نہایت اعلےٰ راے کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ اگر طریق حکومت میں ہمدردی کا عنصر

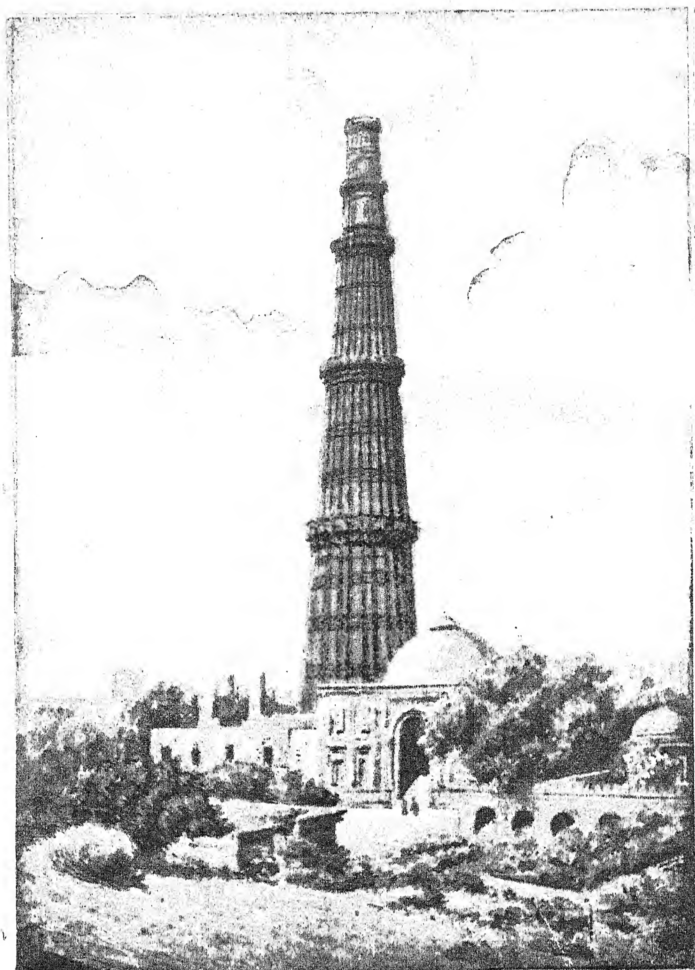
بڑھا دیا جائے۔ تو اہل ہند نہایت ممنون اور شاکر ہونگے۔ چنانچہ منٹو مارلے سکیم (جو ۱۹۰۹ء میں ہندوستانیوں کو عطا کی گئی تھی) کے تیار کرنے میں شاہزادہ موصوف کی قابل ترین کوششوں کا گہرا ہاتھ ہے ؂

ہندوستان کی واپسی کے بعد آپ انگلستان میں دیگر مصروفیات میں مشغول رہے۔ اور سلطنت میں اپنے والد نامور کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ لیکن ۶۔ مئی ۱۹۱۰ء کو شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی حالت بگڑ گئی۔ اور وہ اس جہان سے رخصت ہو گئے۔ اب سلطنت کا بوجھ آپ کے سر پر آ پڑا۔ اور اُمراے پریوی کونسل نے دستور کے مطابق آپ کو بادشاہ ہونے کی مبارک باد دی۔ چنانچہ ۹۔ مئی کو آپ کی تخت نشینی کا اعلان کیا گیا۔ اور لندن میں تاجپوشی کی رسم ادا کرنے کے لئے 22۔ جون ۱۹۱۱ء کی تاریخ مقرر ہوئی ؂

اس موقع پر آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ ما بدولت 12۔ دسمبر ۱۹۱۱ء کو بہ نفس نفیس شہر دہلی میں رونق افروز ہوکر دربار شاہی منعقد فرماویں گے۔ چنانچہ تاریخ مقررہ پر ویسٹ منسٹر ایبے کی عالی شان عمارت میں حضور ملک معظم جارج پنجم اور ملکہ میری نے تاج پوشی کی رسم بڑی شان و شوکت سے ادا کی۔ اس تقریب مسعود پر آرک بشپ آف کنٹربری نے تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر بلند آواز سے کہا۔

"صاحبو! میں آپ کے سامنے شاہ جارج کو پیش کرتا ہوں .... کیا آپ سب ان کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کے لئے تیار ہیں"۔ سب نے خدا شاہ جارج کو سلامت رکھے کا نعرہ بلند کیا ؂

ہندوستانیوں نے جس وقت دربار شاہی کا اعلان سنا۔ تو وہ اس مبارک دن کے آنے کے لئے گھڑیاں گننے لگے۔ آخر خدا خدا کر کے ۱۱۔ نومبر



Qutab Minar of Delhi.

سنہ ۱۹۱۱ء کو حضور والا مع ملکۂ معظمہ جہاز مدینہ پر سوار ہو کر انگلستان سے روانہ ہوئے ان کے آنے سے پہلے لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند نے سب کام درست کر رکھا تھا۔ اس غرض کے لئے دہلی کے قریب پچاس میل مربع رقبہ منتخب کیا گیا تھا۔ اور چاروں طرف خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے۔ دربار کیمپ کی وسعت سڑکوں کی ترتیب۔ بجلی کی روشنی۔ خوشنما پارکیں اپنی عجیب کیفیتیں دکھا رہی تھیں تمام والیان ریاست۔ رؤسائے ہند اور حکام اعلےٰ نے اپنے اپنے خیموں کے آراستہ کرنے میں انتہائی کوششیں صرف کیں۔ اُس وقت شہر بقعۂ نور بنا ہوا تھا اور ہوتا بھی کیوں نہ۔ کیونکہ اتنی مدت کے بعد گوہر مقصود ہاتھ آنے والا تھا۔ جس کے لئے آنکھیں فرش راہ بن چکی ہوئی تھیں۔ اور روح تڑپ رہی تھی ۞

۲۔ دسمبر کو حضور ملک معظم اور ملکۂ میری جہاز مدینہ سے اُتر کر اپولو بندر پر تشریف لے گئے۔ لارڈ ہارڈنگ اور اُن کے عملہ نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ اُسی وقت ۱۰۱ توپوں کی سلامی اُتار دی گئی۔ یہاں سے آپ 7 دسمبر کو ۱۰ بج کر 2 منٹ پر دہلی میں داخل ہوئے اور توپوں کی گرج نے اہالیان شہر کو آپ کی آمد کی اطلاع کر دی۔ اس موقعہ پر لارڈ ہارڈنگ نے گورنروں۔ لفٹننٹ گورنروں۔ ممبران کونسل۔ والیان ریاست اور دیگر اعلےٰ افسران کو بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ اور ممبران کونسل نے ایڈریس پیش کیا۔ جس کا جواب آپ نے نہایت موزوں الفاظ میں دیا۔ 12۔ دسمبر کو دربار کی تیاریاں ہوئیں۔ اور آپ ٹھیک بارہ بجے رونق افروز ہوئے۔ دربار اُس وقت آدمیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ کہیں تل دھرنے کو جگہ باقی نہ تھی۔ جب آپ سُنہری کرسیوں پر بیٹھ گئے تو دربار کے افتتاح کا اعلان کیا گیا۔ اس موقعہ پر آپ نے ہندوستانیوں کو چند مراعات عطا کیں۔ جن میں سے مندرجہ ذیل بہت مشہور ہیں:۔

(1) کلکتہ کی بجائے شہر دہلی جو ہندو اور مسلمان بادشاہوں کے وقت ہندوستان کا دارالخلافہ رہ چکا ہے۔ آج کی تاریخ سے دارالخلافہ مقرر کیا جاتا ہے۔

(2) بنگال کی تقسیم منسوخ کی جاتی ہے۔ اور مشرقی بنگال کا علاقہ بنگال خاص سے ملحق کیا جاتا ہے۔

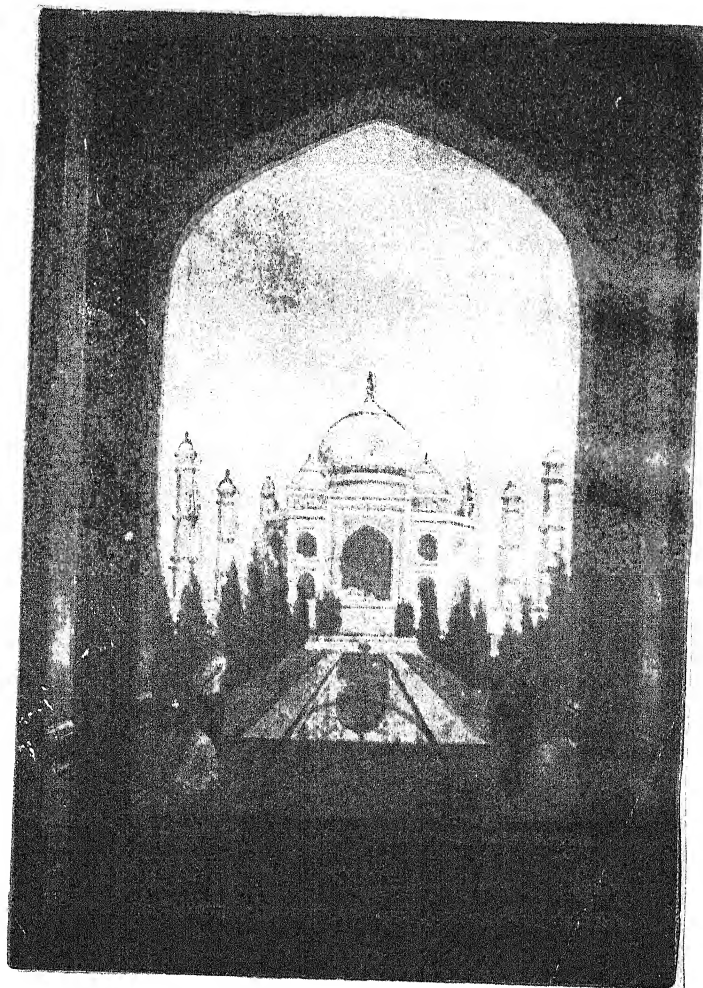
(3) بہار۔ اوڑیسہ اور چھوٹاناگپور کا علیحدہ صوبہ بنایا جاتا ہے۔ اور موریا خاندان کے بادشاہوں کے دارالخلافہ پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ) کو دوبارہ صوبے کا صدر مقام ہونے کا شرف بخشا جاتا ہے۔

(4) ہندوستان میں تعلیم کی اشاعت کے لئے پچاس لاکھ روپیہ سالانہ منظور کیا جاتا ہے۔

(5) ہندوستانی افواج کے وفادار ہندوستانی افسروں اور سپاہیوں کو بہادری کے لئے نشان وکٹوریا کراس کے عطیے کا حق دیا جاتا ہے۔ وغیرہ

ان مراعات سے ہندوستانی بہت خوش ہوئے خصوصاً تقسیم بنگال کی منسوخی نے تو اُن کے زخمی دلوں پر مرہم کا کام کیا اور اپنے بادشاہ کے لئے اُن کے سینوں میں وفاداری کا جوش امڈ پڑا۔ جس کا ثبوت ہندوستانیوں نے جنگ عظیم کے موقع پر مالی امداد۔ جنگجو اور غیر جنگجو سپاہیوں اور مزدوروں کی صورت میں دے کر مدبران انگلستان اور ارکان پارلیمنٹ سے خراج تحسین وصول کیا۔ اور اُنہوں نے ہندوستان کو بتدریج ذمہ وارانہ حکومت کی پہلی قسط ادا کر کے سیاسی ترقی کی شاہ راہ پر گامزن کر دیا۔ خدا کرے کہ اگست ۱۹۱۷ء کے سیاسی اصولوں کے اعلان کے تمام مدارج اُنہیں کے عہد میں ظہور پذیر ہوں۔ اور ہمارا ملک ہندوستان بھی انگلستان کے زیر سایہ نو آبادیات کی سی طرز حکومت کے لطف سے بہرہ اندوز ہو۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد



Taj Mahal of Agra.